قُران کریم، اور صحیح ثابت شُدہ سُنّت مُبارکہ کے مُطابق """وسیلہ""" کیا ہے؟

عادِل سُہیل ظفر

پہلا اِصدار

www.kitabosunat.com /// کتاب و سنت ڈاٹ کام

:::::::قُران کریم،اور صحیح ثابت شُدہ سُنّت مُبارکہ کے مُطابق """وسیلہ"""کیا ہے؟:::::::

فہرست عناوین

:::::: مُقدمہ:::::: 2
:::لغت،اور قران کریم اور صحیح ثابت شُدہ احادیث شریفہ میں """وسیلہ،اور توسل""" کا معنی اور مفہوم::: 3
::::: لغوی معانی اور مفاہیم:::: 3
:::مخلوق میں سے کسی کی ذات،اور صِفات وغیرہ کو "وسیلہ" بنانے،اور بنوانے والوں کے قرانی دلائل اور اُن کے جوابات::: 6
:::: قُران کریم میں لفظ """الوسیلہ، وسیلہ"""،اور اِس کا معنیٰ اور مفہوم:::::: 6
::::: (1) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے پہلی دلیل::::::: .. 6
::::: (2) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے دُوسری دلیل::::::: 6
::: مذکورہ بالا دو آیات مُبارکہ کو دلیل بنانے کے جواب میں، مفسرء قران صحابی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہُ اور تابعین میں سے مفسرین رحمھم اللہ کی بیان کردہ تفسیر::: 6
::::: (3) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے تیسری دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 8
::::: (4) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ"""بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے چوتھی دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 9
:::: سُنّت مُبارکہ میں لفظ """الوسیلہ، وسیلہ"""،اور اِس کا معنیٰ اور مفہوم:::::: 12
::: مخلوق میں سے کسی کی ذات،اور صِفات وغیرہ کو"وسیلہ "بنانے،اور بنوانے والوں کے روایاتء حدیث اور آثار میں سے دلائل اور اُن کے جوابات::: 12
::::: (1) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے پہلی دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 12
::::: (2) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے دُوسری دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 14
::::: (3) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے تیسری دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 15
::::: (4) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے چوتھی دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 17
::::: (5) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے پانچویں دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 19
::::: (7،6) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے چھٹی اور ساتویں دلیل،اور اُس کا جواب::::::: 19
::::::: دُعاء عِبادت ہے:::::: 21
::::::: دُعاء کی قُبولیت کے اوقات، صحیح ثابت شُدہ احادیث مُبارکہ کے مطابق:::::::: 21
::::::: جائز،حلال """وسیلہ""" ::::::: 22
::::::: عقلی،یعنی منطق و فلسفہ پر مبنی دلائل اور ان کے جوابات::::::: 25
:::::: عِبادات کا اصل بنیادی حکم ممانعت ہے :::::: 26

::::::: مُقدمہ :::::::

بِسّمِ اللَّهِ الرّ حمٰنِ الرَّحِيم

الحَمدُ لِلّهِ وحدہُ و الصَّلاۃُ و السَّلامُ عَلیٰ مَن لا نبیَّ و لا مَعصُومَ بَعدَہُ مُحمداً صَلَّی اللَّہُ عَلیہِ وعَلیٰ آلہِ وسلّمَ ، و مَن أَھتداء بِھدیہِ و سلکَ عَلیٰ مَسلکہِ ، و قد خِسرَ مَن أَبتداعَ و أَحدثَ فی دِینِ اللَّہِ بِدعۃ، و قد خاب مَن عدھا حَسنۃ ::: اکیلے اللہ کے لیے ہی ساری خاص تعریف ہے اور رحمت اور سلامتی اس پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں اور کوئی معصوم نہیں وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، اور رحمت اور سلامتی اُس پر جس نے اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ہدایت کے ذریعے راہ اپنائی اور اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی راہ پر چلا، اور یقیناً وہ نقصان پانے والا ہو گیا جِس نے اللہ کے دِین میں کوئی نیا کام داخل کیا، اور یقیناً وہ تباہ ہو گیا جِس نے اُس بدعت کو اچھا جانا،

السلامُ علیکُم و رحمۃُ اللہ و برکاتہُ،

ہمارے ہاں عقیدے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں میں سے ایک غلط فہمی """وسیلے""" کے بارے میں بھی ہے، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کون لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اِس غلط فہمی کو مروج کرتے ہیں، اور کون لوگ انجانے میں اسے اپناتے ہیں، اور کون لوگ محض اپنی اختیار کردہ شخصیات، جماعت، گروہ، مسلک، مذھب وغیرہ کی نسبت برقرار رکھنے کے لیے کچھ سوچے سمجھے بغیر، جانے پہچانے بغیر، تحقیق و تصدیق کے بغیر بس مانتے چلے جاتے ہیں،

عموماً اپنے کچھ کلمہ گو بھائیوں بہنوں سے اس موضوع پر بات ہوتی رہتی ہے، اور کئی دفعہ یہ خیال آتا رہا کہ اِس موضوع کو بھی کچھ اِس طرح کتابی شکل میں بیان کر دیا جائے کہ اِس کے بارے میں جو بھی عمداً یا بغیر عمد غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں، اُن سب کا ذِکر کیا جائے اور پھر قرآن کریم، صحیح ثابت شُدہ سُنّت مُبارکہ، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، اور پھر تابعین، تبع تابعین اور آمت کے اِماموں رحمہم اللہ کے اقوال و افعال کی روشنی میں اُن غلط فہمیوں کا جائزہ پیش کیا جائے،

پس، اِس موضوع پر لکھنا شروع کیا، اور ہمیشہ کی طرح، میری مستقل کمزوری یعنی وقت کی شدید کمی آڑے رہی، اور حسب معمول نئے نئے اور دیگر مسائل اور موضوعات پر معلومات طلب کی جاتی رہیں، پس سالوں تک یہ موضوع بھی کئی دیگر موضوعات کی طرح ادھورا پڑا رہا، الحمد للہ کہ اب اُس کی توفیق سے یہ کتاب مکمل ہو رہی ہے،

اللہ جلّ و عزّ سے دُعاء ہے کہ وہ میری اِس محنت کو، جو کہ صِرف اور صِرف اُس کی عطاء کردہ توفیق سے ہی ہو پائی ہے، اِس کو قُبول فرمائے، اور میرے لیے، اور اِسے پڑھنے، پڑھانے اور اپنانے والے ہر ایک قاری کے لیے دِین اور آخرت کے اعلیٰ رُتبے عطاء فرمانے کے اسباب میں سے بنائے،

اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو، اور ہمارے ہر کلمہ گو بھائی اور بہن کو یہ جرأت عطاء فرمائے کہ ہم اپنی خود ساختہ، اور خود اختیار کردہ نسبتوں کی ضِد کے چنگل سے آزاد ہو سکیں، اور اللہ کے دِین کو اُس طرح سمجھ سکیں جِس طرح اللہ جلّ وعُلا نے خود اور پھر اپنے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف، اور پھر اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی چُنیدہ جماعت کے ذریعے سمجھایا، والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

تاریخ کتابت: 16/10/1436 ہجری، بمُطابق 01/08/2015 عیسوئی۔

::: لغت ، اور قران کریم اور صحیح ثابت شُدہ احادیث شریفہ میں """وسیلہ ، اور توسل """ کا معنیٰ اور مفہوم :::

::::: لغوی معانی اور مفاہیم :::::

"""وسیلے""" کے بارے میں کچھ مطالعہ کرنے کی ابتداء کے طور پر بھلا معلوم ہوتا ہے ، بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب سے پہلے اِس کا لغوی مفہوم جانیں ،

اور وہ معنیٰ اور مفہوم جانیں وہ لغوی مفہوم جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام پاک کی تائید رکھتا ہے ، اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے کلام پاک کی تائید رکھتا ہے ،

یہاں سے آگے چلنے سے پہلے میں اپنے تمام محترم قارئین سے گذارش کرتا ہوں کہ یہ موضوع مختصر نہیں ہو گا ، لہذا اسے اچھی طرح سے سمجھنے کے لیے کافی وقت درکار ہو گا ، جو کوئی تو اپنے نفس پر جہاد کرتے ہوئے میری پیش کردہ معلومات کو توجہ ، تحمل اور تدبر سے پڑھے اور سمجھے گا تو اِن شاء اللہ اُس کے لیے اس موضوع کے بارے میں کوئی شک نہیں رہے گا ، لہذا ہر پڑھنے والا اپنے آپ کو ذہنی اور قلبی طور پر مکمل حاضر کر کے ، اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے خیر اور ہدایت پانے کی دُعاء کر کے اس مضمون کا مطالعہ فرمائے ،

اب ہم آتے ہیں لفظ """وسیلہ""" کے معنیٰ اور مفہوم کی طرف ، اور دیکھتے ہیں کہ لغت کی کتب میں ہمیں اِس لفظ کے کیا کیا معانی اور مفاہیم ملتے ہیں ، اور پھر اِن شاء اللہ یہ سمجھیں گے کہ کون سا معنیٰ اور کون سا مفہوم قران کریم اور رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شُدہ سُنّت شریفہ میں اِستعمال فرمایا گیا ہے ،

::: (1) ::: علامہ ابو نصر اِسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی رحمہُ اللہ (متوفی 393 ہجری) نے اپنی معروف اور معتمد کتاب """ الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية """ میں مادہ """وسل""" میں لکھا کہ :::

"""الوَسيلَةُ: ما يتقرّب به إلى الغير. والجمع الوَسيلُ والوَسائِلُ. والتوسيل والتَوَسُّلُ واحد. يقال: وَسَّلَ فلانٌ إلى ربّه وَسيلَةً، وتوَسّلَ إليه بوَسيلَةٍ، أي تقرّب إليه بعمل. والتَوْسيلُ والتَوَسُّلُ أيضاً: السرقةُ. يقال: أخذ فلان إبلي تَوَسُّلاً، أي سرقه. والواسِلُ: الراغب إلى الله ::: وسیلہ ، وہ (چیز ، کام ، یا صِفت وغیرہ) ہے جِس کے ذریعے کسی دوسرے تک رسائی حاصل کی جائے ، اور اِس کی جمع وسیل ، اور وسائل ہوتی ہے ، اور اِس کی واحد توسیل اور توسل ہوتا ہے ، جیسا کہ کہا جاتا ہے ، فُلاں اپنے رب تک وسیلہ کرتے ہوئے پہنچا ، اور اُس تک کسی ذریعے سے پہنچا ، یعنی کسی عمل کے ذریعے اپنے رب کا قُرب حاصل کیا ،

اور توسیل اور توسیل کا معنیٰ چوری کرنا بھی ہوتا ہے ، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فُلاں نے توسل کے ذریعے میرا اُونٹ لے لیا ، یعنی فُلاں نے چوری کر کے میرا اُونٹ لے لیا ، اور ، واسل کا معنیٰ ہے اللہ کی طرف راغب ہونے والا """ ،

::: (2) ::: علامہ المبارک بن محمد رحمہُ اللہ (متوفی 608 ہجری) جو کہ ابن الاثیر کے لقب سے معروف ہیں نے اپنی مشہور اور معتمد کتاب """النهاية في غريب الحديث والاثر""" میں مادہ """وسل""" میں لکھا کہ :::

مادہ """وسل""" میں لکھا کہ :::

فِي حَدِيثِ الْأَذَانِ «اللَّهُمَّ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ» هِيَ فِي الأصْل: مَا يُتَوصَّلُ بِهِ إِلَى الشَّيْءِ ويُتَقَرَّبُ بِهِ. وجَمْعُها: وَسَائِل. يُقَالُ: وَسَلَ إِلَيْهِ وَسِيلَةً، وتَوَسَّلَ. والمُراد بِهِ فِي الْحَدِيثِ القُرْبُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى.

وقيل: هِيَ الشَّفاعة يومَ القِيامة. وقيل: هِيَ مَنْزِلة مِنْ مَنازِل الجنّة كَمَا «1» جَاءَ فِي الْحَدِيثِ.

اذان والی حدیث میں ہے کہ """اے اللہ محمد کو وسیلہ عطاء فرمایا"""، وسیلہ لغوی طور پر اصل میں وہ (چیز، کام یا صِفت) ہے جِس کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے، یا اُس کا قُرب حاصل کیا جائے، اور اِس کی جمع ہے وسائل، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فُلاں، فُلاں تک (کوئی) ذریعہ اختیار کر کے پہنچا، اور توسل (اس کا واحد ہے)، اور جو (وسیلہ) حدیث میں فرمایا گیا ہے اُس سے مُراد اللہ تعالیٰ کا قُرب ہے،

اور کہا گیا کہ، (حدیث شریف میں مذکور وسیلہ سے مُراد) قیامت والے دِن کی شفاعت (کُبریٰ) ہے،

اور کہا گیا کہ، وسیلہ جنّت کے مُقامات میں سے ایک مُقام ہے، جیسا کہ حدیث میں اِس کا بیان ہے،

[[[اِس حدیث شریف کو اِن شاء اللہ کچھ آگے بیان کروں گا]]] """

::: (3) ::: صاحب بن عباد (متوی 385 ہجری) جو ایک اثناعشری شعیہ عالم تھا، لیکن لغت کے اِماموں میں سے تھا، اُس نے اپنی معروف کتاب """المُحیط فی اللغۃ""" میں مادہ """وسل""" میں لکھا کہ :::

"""وَسِلَ فلانٌ إلى رَبِّه وَسِيْلَةً: أي عَمِلَ قرْبَةً. وتَوَسَّلَ بكتابٍ أو بقَرَابَةٍ، وهو واسِلٌ. والوَسِيْلَةُ: المَنْزِلَةُ. وهي الواسِلَةُ أيضاً::: فُلاں اپنے رب تک کوئی ذریعہ اختیار کرتے ہوئے پہنچا، یعنی کوئی کام بطور ذریعہ کر کے اپنے رب کا قُرب حِاصل کیا، اور (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ) فُلاں نے کسی لکھی ہوئی چیز کے ذریعے سے یا کسی تعلق داری کے ذریعے سے (کسی دُوسرے تک) رسائی حاصل کی، اور ایسا کرنے والا واسِل کہلاتا ہے،،، اور وسیلہ کا معنی ہے، منزل (مُقام)، اور اِسے واسِلہ بھی کیا جاتا ہے"""

::: (4) ::: لغت کے اِماموں میں سے ایک اِمام ابی الحسین احمد بن فارس بن زکریا رحمہُ اللہ (متوفی 395 ہجری) نے اپنی مشہور اور متعمد کتاب """مقاییس اللغۃ""" میں مادہ """وسل"""میں لکھا کہ :::

"""الواو والسين واللام: كلمتانِ متباينتانِ جدّاً.

الأولى الرَّغْبة والطَّلَب. يقال وَسَلَ، إذا رَغِب. و[الواسِل: الراغب إلى الله عزّ وجل، وهو في(4)] قول لبيد: بلى كلُّ ذي دينٍ إلى اللهِ وَاسِلُ. ومن ذلك القياس الوَسِيلة. ... والأخرى السَّرِقة: يقال: أخَذَ إبلَه توسُّلاً::: واو، سین، اور لام، (اس سے) دوایسے لفظ (بنتے) ہیں جو معانی اور مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت ہی دُور ہیں،

پہلا (معنیٰ) رغبت، اور طلب ہے، جیسا کہ اگر کوئی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اُس کی طرف راغب ہو تو کہا جاتا ہے کہ اُس نے وسل کیا، (یعنی اُس چیز کو حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ اختیار کیا)، اور واسِل، یعنی، اللہ عزّوجلّ کی طرف رغبت کرنے والا، جیسا کہ لبید (معروف و مشہور عرب شاعر) کے کلام میں ہے کہ،

بلکہ ہر دِین دار شخص اللہ کی طرف رغبت رکھتا ہے،

اور (وسل) کے اِسی معنی اور مفہوم میں سے ہے، وسیلہ،،، اور اِس کا دُوسرا معنی اور مفہوم ہے چوری، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فُلاں نے فُلاں کا اُونٹ چوری کے ذریعے حاصل کیا"""،

::: (5) ::: عربی لغات میں سے سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب """لسان العرب """ میں علامہ محمد بن مکرم بن

منصور الافریقی، المصری (متوفی 711 ہجری)، جو کہ ایک صحابی رویفع بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہُ کی اولاد میں سے ہیں اور ابن منظور کے لقب سے معروف ہیں، اِنہوں نے بھی اپنی اِس بہترین، اور معتمد ترین کتاب میں مادہ """وسل""" میں تقریباً یہی کچھ لکھا جو پہلے بیان کیا گیا ہے، اور اُس کے آغاز میں یہ اضافہ بھی درج کیا کہ:::

"""الوَسِيلةُ المَنْزِلة عند المَلِك والوَسِيلة الدَّرَجة والوَسِيلة القُرْبة ووَسَّل فلانٌ إِلى الله وسِيلةً إِذا عَمِل عملاً تقرَّب به إِليه والواسِل الراغِبُ إِلى الله:::وسیلہ (کسی) بادشاہ (کسی اعلیٰ رتبے والے، منصب والے وغیرہ) کے ہاں (کسی دُوسرے شخص کے لیے پائے جانے والے، یا مُقرر کیے گئے ہوئے) مُقام (کا نام) ہے،

اور وسیلہ کا معنی ہے قُرب، یعنی نزدیکی، قریب ہونا،

اور جب کوئی ایسا کام کرے جِس کے ذریعے وہ اللہ کا قُرب پانا چاہے تو اِسی مفہوم کہ بِناء پر کہا جاتا ہے کہ فُلاں اللہ کے قریب ہو گیا، قربِ اختیار کرنے کا (فُلاں فُلاں) ذریعہ اختیار کرتے ہوئے،

اور واسِل، اُسے کہا جاتا ہے جو اللہ کی طرف رغبت رکھتا ہو"""،

[[[لغت کے عُلماء کرام کی تاریخ وفات لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی قاری کے ذہن میں یہ شک نہ ہونے پائے کہ یہ وہابیوں کے تراجم یا مفاہیم ہیں، اور اِسی شک کو دُور رکھنے کے لیے میں عموماً عُلماء اور ائمہ کرام رحمہم اللہ جمیعاً کی تاریخ وفات لکھ دِیا کرتا ہوں]]]

لغوی معانی اور مفاہیم کا خلاصہ یہ ہوا کہ لفظ """وسیلہ""" کے درج ذیل مفاہیم ملتے ہیں:::

::: (1) ::: کسی چیز کو حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ (خیال رہے اور یاد رہے کہ چیز، اور کوئی، اِن دونوں اِلفاظ میں اللہ کی تمام تر مخلوق، مخلوق کے اقوال و افعال اور مخلوق کی ظاہری باطنی، مادی، حِسی اور معنوی صِفات، اور مخلوق کی اپنی مادی، حِسی اور معنوی ایجادات وغیرہ سب ہی آ جاتی ہیں)،

::: (2) ::: اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت، بخشش اور برکت وغیرہ حاصل کرنے کے لیے، اور اللہ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے کیے جانے والا کوئی بھی ظاہری یا باطنی، قول یا فعل،

::: (3) ::: کوئی مُقام، کوئی درجہ،

::: (4) ::: کسی بلند رُتبے والے کے ہاں، کسی دُوسرے کے لیے پائے جانے والا کوئی مُقام،

::: (5) ::: قیامت کے دِن میں ملنے والی شفاعتِ کُبریٰ،

::: (6) ::: جنّت کے مُقامات (منزلوں) میں سے ایک مُقام،

::: (7) ::: چوری کرنا، چوری کے ذریعے کچھ حاصل کرنا،

اِن سات مندرجہ بالا معانی اور مفاہیم میں سے ساتواں تو ہمارے موضوع اور مسئلے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، باقی کے چھ معانی اور مفاہیم کے بارے میں جاننے کے لیے کہ قران کریم اور صحیح ثابت شدہ احادیث شریفہ میں جو لفظ """الوسیلہ، وسیلہ"""اِستعمال ہوا ہے، اُس کا کیا معنی ہے ؟؟؟ کیا مفہوم ہے ؟؟؟

ہم قران کریم کی اُن آیات مُبارکہ، اور اُن احادیث شریفہ کی تفسیر اور شرح کا مطالعہ کریں گے، اِن شاء اللہ، جِن میں یہ لفظ اِستعمال فرمایا گیا ہے، اور اِسی مطالعہ میں اِن شاء اللہ اُن لوگوں کے دلائل کا تجزیہ بھی ہوتا چلے گا جو لوگ کسی مقبول شرعی دلیل کے بغیر ہی، محض اپنے نادُرست فہم، اندازوں، سوچ وافکار اور آراء کی بناپر لفظ """وسیلہ""" کے غیر شرعی معنیٰ اور مفہوم

بنائے ہوئے ہیں،

::: مخلوق میں سے کسی کی ذات، اور صِفات وغیرہ کو "وسیلہ" بنانے، اور بنوانے والوں کے قرانی دلائل اور اُن کے جوابات :::

:::: قُرآن کریم میں لفظ """الوسیلہ، وسیلہ """، اور اِس کا معنیٰ اور مفہوم ::::::

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قُرآن حکیم میں یہ لفظ """الوسیلہ، وسیلہ """صِرف دو مُقامات پر اِرشاد فرمایا ہے،

::::: (1) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے پہلی دلیل:::::::

اللہ جلّ جلالہُ کا فرمان ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ::: اے اِیمان لانے والو، اللہ (کی ناراضگی، غُصے اور عذاب) سے بچو، اور اللہ کی طرف قُرب تلاش کرو، اور اُس کی راہ میں جِہاد کرو، تا کہ تُم لوگ (آخرت کی) کامیابی حاصل کر سکو﴾سُورت المائدہ(5)/آیت 35،

::::: (2) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے دُوسری دلیل:::::::

اللہ سُبحانہ ُ و تعالیٰ کا فرمان ﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا::: یہ لوگ جنہیں (اللہ کے عِلاوہ) پکارتے ہیں، وہ (پُکارے جانے والے تو خود اللہ کی طرف قُرب پانے کے خواہش مند ہوتے ہیں، کہ (اللہ کے عِلاوہ)اُن پکارے جانے والوں میں سے کون (اللہ کے)زیادہ قریب ہوتا ہے، اور (یہ اللہ کے عِلاوہ)پُکارے جانے والے (تو خود)اللہ کی رحمت کے اُمید وار ہوتے ہیں، اور اللہ کے عذاب سے ڈر رہے ہوتے ہیں، کیونکہ (اے محمد)آپ کے رب کا عذاب ڈرنے والی چیز ہی ہے ﴾ سُورت الاِسراءَ(بنی اِسرائیل 17)/آیت 57،

اِب دونوں مذکورہ بالا آیات شریفہ کی اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا شرح کرنے کی بجائے میں آپ کی خدمت میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، اور اُمت کے اِماموں اور عُلماء کرام رحمہم اللہ کی تفسیر پیش کرتا ہوں،

جو کسی بھی دوسرے کی کسی بھی تفسیر سے ہر لحاظ سے بہتر، افضل اور یقینی ہے،

::: مذکورہ بالا دو آیات مُبارکہ کو دلیل بنانے کے جواب میں، مفسرءِ قران صحابی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہُ اور تابعین میں سے مفسرین رحمہم اللہ کی بیان کردہ تفسیر :::

::::: (1) ::::: اِمام المفسرین، اِمام ابن کثیر رحمہُ اللہ نے اپنی """ تفسیر القران العظیم، المعروف تفسیر ابن کثیر """ جو کہ بلا شک تفسیر بالمأثور میں سب سے زیادہ معتمد مانی جاتی ہے، اِس کتاب میں اِمام رحمہُ اللہ نے اِس آیت شریفہ کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ :::

"""{وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَيِ الْقُرْبَةَ. وَكَذَا قَالَ مُجَاهِدٌ [وَعَطَاءٌ] وَأَبُو وَائِلٍ، وَالْحَسَنُ، وَقَتَادَةُ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ، وَالسُّدِّيُّ، وَابْنُ زَيْدٍ. وَقَالَ قَتَادَةُ: أَيْ تَقَرَّبُوا إِلَيْهِ بِطَاعَتِهِ وَالْعَمَلِ بِمَا يُرْضِيهِ. وَقَرَأَ ابْنُ زَيْدٍ: {أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى

رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ} [الْإِسْرَاءِ:57] وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ هَؤُلَاءِ الْأَئِمَّةُ لَا خِلَافَ بَيْنِ الْمُفَسِّرِينَ فِيهِ،،،،،،،،،،،،،

وَالْوَسِيلَةُ: هِيَ الَّتِي يُتَوَصَّلُ (4) بِهَا إِلَى تَحْصِيلِ الْمَقْصُودِ، وَالْوَسِيلَةُ أَيْضًا: عَلَمٌ عَلَى أَعْلَى مَنْزِلَةٍ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ مَنْزِلَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَارُهُ فِي الْجَنَّةِ۔

{اور اللہ کی طرف قُرب تلاش کرو}، (اِس کی تفسیر میں اِمام) سُفیان الثوری (رحمہُ اللہ) نے کہا کہ ، ہمیں ہمارے والد صاحب نے بتایا، طلحہ (رحمہُ اللہ) کے ذریعے سے ، اور اُنہوں نے عطاء (رحمہُ اللہ) کے ذریعے سے ، اور انہوں نے عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہُ) کے ذریعے سے (یعنی یہ اِمام التفسیر فی الصحابہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہٗ کی بیان کردہ تفسیر ہے) کہ، (وسیلہ کا معنی ہے) قُرب

،

اور یہی بات مجاھد اور عطاء ، اور ابو وائل، اور الحسن ، اور قتادہ، اور عبداللہ ابن کثیر، اور سُدّی اور ابن زید (رحمھم اللہ جمعیاً) نے کہی ہے ،

اور قتادہ (رحمہُ اللہ) نے کہا کہ """ (اِس آیت میں لفظ "وسیلہ" کا مفہوم ہے کہ) اللہ کی طرف اُس کی تابع فرمانی کرتے ہوئے، اور ایسا عمل کرتے ہوئے جس عمل پر وہ راضی ہو اللہ کا قُرب تلاش کرو،

اور ابن زید نے (یہی معنی اور مفہوم بیان کرنے کرنے کے بعد سُورت الِاسراء (بنی اِسرائیل) کی یہ آیت رقم 57 بھی پڑھی کہ { یہ لوگ جنہیں (اللہ کے عِلاوہ) پکارتے ہیں، وہ (پُکارے جانے والے تو) خود اللہ کی طرف قُرب پانے کے خواہش مند ہوتے ہیں """ }،

یہ ہے (اللہ کے کلام میں وسیلہ کا حقیقی اور دُرست معنیٰ اور مفہوم) جو اِن اِماموں (رحمھم اللہ) نے بتایا ہے، اور اِس بات پر مفسرین کے درمیان کہیں کوئی اختلاف نہیں،

میں (عادِل سُہیل) کہتا ہوں کہ اگر کسی کی ذاتی رائے یا سوچ و فکر کی بناء پر کوئی اختلاف ہوتا بھی تو وہ مردُود ہوتا، کیونکہ ایک صحابی رضی اللہ عنہُ اور پھر اتنے سارے تابعین رحمہم اللہ کے فہم کے خلاف کسی اِکا دُکا کی کوئی بات قابل قُبول نہیں ہو سکتی، اور اِس لیے کہ اللہ کے دِین کے دُرست ترین مفاہیم کا جو عِلم اور اِدارک اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور پھر اُن کے شاگردوں کو عطاء فرمایا، وہ پھر کسی اور کے نصیب میں نہیں ہوا،

اور (دیگر لغوی مفاہیم میں یہ بھی ہے کہ) وسیلہ (اُسے بھی کہا جاتا ہے جِس کے ذریعے) کسی مقصد کو حاصل کیا جاتا ہے، اور اِسی طرح وسیلہ کا (ایک اور لغوی) مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ جنّت کی بُلند ترین منزل پر لگا ہوا جھنڈا (یا کوئی نشانی) ہے، اور وہ منزل رسول اللہ (محمد) صلی علیہ وعلی آلہ وسلم کا جنّت میں گھر ہے """،

::::: (2) ::::: اِمام ابن جریر رحمہُ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر """ جامع البیان عن تأویل آي القرآن،المعروف تفسیر الطبری """ میں اِس آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھا کہ """ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ يَقُولُ: وَاطْلُبُوا الْقُرْبَةَ إِلَيْهِ بِالْعَمَلِ بِمَا يُرْضِيهِ::: اور (یہ کلام شریف کہ) اور اللہ کی طرف وسیلہ اختیار کرو، (اِس میں) اللہ نے فرمایا ہے کہ، اور اللہ کی طرف قُرب طلب کرو، ایسے کام کے ذریعے جو اللہ کو راضی کرنے والا ہو """،

تفسیر کی دیگر معتمد کتابوں میں بھی یہی کچھ بیان کیا گیا، کوئی اختلاف نہیں، ولِلّٰہِ الحَمدُ المِنَّۃ،

::::: حاصل کلام، نتیجہ ::::: اِن دونوں تفاسیر میں سے ، مفسر القران صحابی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہُ کی، اور بہت سے تابعین عُلماء اور مفسرین رحمہم اللہ کی متفقہ تفسیر کے مطابق یہ ثابت ہوا کہ اِس آیت شریفہ میں، بلکہ سُورت الِاسراء (بنی اِسرائیل) کی آیت مُبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے جو لفظ """الوسیلہ، وسیلہ """اِرشاد فرمایا ہے اُس سے مُراد """اللہ کا قُرب تلاش

کرنے کے لیے کوئی ایسا کام اختیار کرنا ہے جس کام پر اللہ راضی ہو """،

اِن شاء اللہ ، اِس بات کو بھی ہم جلد ہی ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام پاک کے ذریعے اور اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ کے ذریعے سمجھیں گے کہ کسی عمل کا اللہ کو راضی کرنے والا ہونے کی کیا شرائط ہیں ؟؟؟

جو لوگ آیات مُبارکہ اور احادیث شریفہ میں فرمائے گئے """وسیلہ """ کا ترجمہ جُوں کا تُوں وسیلہ ہی کرتے ہیں ، تو ایسے لوگوں کے بارے میں دو ہی باتیں کہی جاسکتی ہیں (1) یا تو وہ لوگ اصل معنیٰ اور مفہوم سے جاھل ہیں ، اور (2) یا وہ لوگ اصل معنیٰ اور مفہوم جانتے ہوئے بھی اپنے غلط عقیدے کی تائید دِکھانے کے لیے وہ معنیٰ اور مفہوم بیان نہیں کرتے ،

دونوں ہی صورتوں میں ایسے لوگوں کے لیے نرم ترین الفاظ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ علمی طور پر خیانت کرنے والے ہیں ،

شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے اِمام ابن القیم الجوزیہ رحمہُ اللہ (متوفی 751 ہجری) نے اپنی ایک شاندار نظم میں کہا ہے ، اور بہت خُوب کہا ہے کہ :::

فَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي فَتِلْكَ مُصِيبَةٌ ::: وَإِنْ كُنْتَ تَدْرِي فَالْمُصِيبَةُ أَعْظَمُ

اور اگر تُم نہیں جانتے تو یہ بھی مُصیبت ہے ::: اور اگر تُم جانتے ہو تو یہ اُس سے بڑی مُصیبت ہے

مکمل نظم پڑھنے کے خواھش مند حضرات اِمام صاحب رحمہُ اللہ کی کتاب """حادی الأرواح إِلیٰ بِلاد الأفراح """ کے مقدمے میں اسے پاسکتے ہیں ،

::::: (3) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ """ بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے تیسری دلیل ، اور اُس کا جواب :::::::

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ::: اور جب اُن (یعنی یہودیوں) کے پاس اللہ کے پاس (یہ) کتاب آئی جو کہ اُس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کچھ اُن (یہودیوں) کے پاس (پہلے والی آسمانی کتابوں اور انبیاء کے پیغامات میں سے ٹھیک سے بچاہوا) تھا ، تو جب اُن لوگوں کے پاس وہ کچھ آگیا جس کے (حق ہونے) بارے میں وہ (پہلے سے) جانتے تھے تو اُنہوں نے اُس کا اِنکار کر دیا ، جبکہ اِس سے پہلے یہ (یہودی) لوگ اِسی (کتاب اور کتاب لانے والے نبی کی آمد کو) سبب بنا کر (دُوسرے) کافروں پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے ، لہذا کافروں پر اللہ کی لعنت ہے ﴾ سُورت البقرہ (2)/آیت 89،

::::::: جواب :::::::

اس مذکورہ بالا آیت شریفہ کو اپنے فسلفوں کی دلیل بنانے والوں کی سجھ داری پر افسوس ناک حیرت ہوتی ہے کہ یہ آیت شریفہ یہودیوں کے رویے کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، اور اِس میں کہیں نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف کو وسیلہ بنا کر کسی قسم مددگاری حاصل کرنے کا کوئی ذِکر نہیں ،

بلکہ اِس میں بہت ہی واضح طور پر یہ فرمایا اور بتایا گیا ہے کہ نزولِ قران سے پہلے یہ یہودی لوگ دُوسرے مشرکین اور کفار کو یہ کہہ کر اپنی فتح و نصرت ہو جانے کا اعلان کیا کرتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے اور ایک سچی کتاب لے کر آنے والا ہے ، اور وہ نبی ہمارے لیے تم لوگوں کے خِلاف مددگار ہو گا ، اور ہمیں تُم لوگوں پر فتح ہو گی ،

اور کہا کرتے تھے کہ ہم اِن لوگوں کے خِلاف اُس نبی کی مدد کریں گے ، لیکن نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد اُن لوگوں نے مدد کی بجائے مخالفت ہی کی، لہذا اللہ کی لعنت کے مستحق قرار پائے ،

تفصیل کے لیے دیکھیے """تفسیر القران العظیم ، تفسیر ابن کثیر"""میں اِسی آیت شریفہ کی تفسیر ،

اِس آیت شریفہ یہ بھی پتہ چلا کہ جو کوئی بھی جِس انداز میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے وہ اِنکار کرنے والوں میں شُمار ہوتا ہے،اور اُس اِنکار کے مُطابق ہی اللہ کے ہاں اُس کا مُقام مقرر ہوتا ہے ،

::::: (4) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی قران کریم میں سے چوتھی دلیل،اور اُس کا جواب:::::::

کچھ لوگ ، دُعاء کرنے کے لیے ، یا اللہ تبارک و تعالیٰ سے کوئی سوال کرنے کے لیے ، مخلوق اور مخلوق میں سے خاص طور پر رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کو """وسیلہ""" بنانے کے لیے اللہ عزّ و جلّ کے اِس اِرشاد پاک کو دلیل بناتے ہیں کہ ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا:::اور اگر وہ اپنی جانوں پر (گُناہ کر کے) ظُلم کر کے تمہارے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور رسول بھی اُن کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا تو وہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے ﴾ سورت النساء (4)/آیت 64،

اِس مندرجہ بالا آیتِ کریمہ کو بُنیاد بنا کر کُچھ لوگوں نے کہا کہ :::

""" اِس آیت میں اِس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے پاس توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے لیے جانا جائز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اِس کی ترغیب دی، خواہ اُن کی موت کے بعد ہی سہی ، کیونکہ آیت اِن باتوں کی دلیل ہے کہ :::

::: (1) ::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے پاس جانا ،

::: (2) ::: جِس نے کوئی گُناہ کیا ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے پاس اُن کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے ،

::: (3) ::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم بھی اُس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں """ ،

مذکورہ بالا عقائد اور خیالات رکھنے والے اِس غلط فہمی کا بھی شکار ہیں کہ """یہ آیت گو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی زندگی میں نازل ہوئی مگر اُن کا رُتبہ مرنے کے بعد بھی وہ ہی ہے اور اُن کے مرنے سے اُن کی تعظیم اور رُتبے میں کوئی کمی نہیں ہوئی ، لہذا جو نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے جائے اُس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور یہ کہے """اے اللہ ہم نے تیری بات سنی اور تیرے حکم کی تعمیل کی اور تیرے اِس نبی کو وسیلہ بنایا """، یا کہیں سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے ذات ، جاہ ، حق ، صدقے اور رُتبے کو وسیلہ بنا کر دُعاء کر سکتا ہے """ ،

:::::اِن غلط فہمیوں اور شکوک کا جواب:::::::

یہ آیت شریفہ اِن مذکورہ بالا شکوک کے حق میں نہیں بلکہ اِن کے خلاف دلیل ہے ، اور وہ اِس طرح کہ :::

::::::: (1) ::::::: مندرجہ بالا آیت میں اِس سے زیادہ کِسی بات کی دلیل نہیں کہ کوئی گُناہ گار گُناہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے پاس اُن کی زندگی میں جائے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم بھی اُس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں،

::::::: (2) ::::::: یہ آیت ایک مُنافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے حُکم کی بجائے کعب بن الاشرف کے حُکم پر راضی ہوا تھا،

::::::: (3) ::::::: اگر اِس آیت کا یہی مطلب اور مفہوم ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور اُن کی پیروی کرنے والے تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ جمعیاً ایسا ضرور کرتے ، کیونکہ وہ قرآن و سُنّت کا معنی اور مفہوم کِسی بھی دوسرے سے زیادہ جانتے تھے اور خیر پر فوراً عمل کرنے والے تھے ، لیکن اُنہوں نے ایسا نہ کیا اور نہ کرنے کو کہا، اُن میں کِسی نے بھی کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی قبر پر جا کر اپنے کِسی گُناہ یا غلطی کا ذِکر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے مغفرت کی دُعاء کرنے کا نہیں کہا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد اُن صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی قبر پر جا کر ، یا کہیں بھی اور سے اُن صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کو پُکار کر اُن صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے اپنی کِسی تکلیف کا کوئی شکوہ کیا،

لہٰذا اِس آیت شریفہ کو بنیاد بنا کر جو کچھ ہمارے یہ کلمہ گو بھائی لوگ کہتے ہیں وہ قطعاً نا دُرست ہے کیونکہ نہ تو اُن کی باتوں کے لیے صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ میں کوئی دلیل ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے اقوال و افعال میں، اور نہ ہی تابعین اور تبع تابعین کے اقوال و افعال میں،

::::::: (4) ::::::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم اپنی اُمت پر حد درجہ شفیق اور رحیم تھے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی موت کے بعد اِس بات کی معمولی سی بھی گُنجائش ہوتی کہ وہ اپنی قبر پر آنے والوں کے لیے مغفرت طلب کر سکتے ہیں تو وہ یقیناً اپنی اُمت کو بتا کر جاتے اور اِس طرح نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی قبر دُعائیں کرنے والوں، مغفرت طلب کرنے والوں کے لیے ایسی جگہ بن جاتی جہاں وہ پلٹ پلٹ کر جاتے ، لیکن معاملہ اِس کے بر عکس ہے کیونکہ نبی اللہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایے:::

﴿لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِى عِيدًا وَصَلُّوا عَلَىَّ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ تَبْلُغُنِى حَيْثُ كُنْتُمْ:::اپنے گھروں کو قبرستان مت بنانا، اور نہ میری قبر کو پلٹ پلٹ کر آنے والے جگہ بنانا، اور مجھ پر صلاۃ کیا کرو، کہ تمہاری صلاۃ مجھ تک پہنچائی جاتی ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو﴾ سُنن ابو داؤد/حدیث 2044/کتاب المناسک/باب 99، اِمام الالبانی نے صحیح قرار دیا،

اس حدیث شریف میں عقیدے کے اور بھی کئی مسائل بیان ہوئے ہیں، لیکن ہم اپنے موضوع تک محدود رہتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اُن کی قبر مبارک کو بار بار وہاں جانے والی جگہ یعنی دوسرے الفاظ میں زیارت گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، چہ جائیکہ وہاں جا جا کر دُعائیں کی جائیں،

[[[رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم پر صلاۃ و سلام کے بارے میں مصدقہ معلومات جاننے کے لیے """رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم پر صلاۃ و سلام کے سچے فضائل ، معنیٰ و مفہوم ، صحیح اور ضعیف فضائل ، عقائد ، اعمال اور

مسائل """ کا مطالعہ اِن شاء اللہ بہت مفید رہے گا]]]

:::::: (5) :::::: نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی وفات اور الرفیق الأعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد اُن کا کِسی کے لیے مغفرت طلب کرنے یا دُعا کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا اب کِسی کے لیے اِس بات کا جواز نہیں رہتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر پر دُعاء کرنے، یا بخشش کروانے ، یا کوئی نیکی ملنے کا عقیدہ لے کر جائے ،

اور نہ ہی قبر کے عِلاوہ کہیں اور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو پکارے اور کُچھ طلب کرے، یا اُن کی ذات شریف، منصب، رتبے، جاہ، اور صدقے وغیرہ کو وسیلہ یا واسطہ بنا کر دُعاء کرے،

اور اِسی طرح کِسی بھی نیک مُسلمان کی قبر پر جا کر اپنے لیے کوئی دُعاء، یا اپنی کسی مشکل کشائی کا سوال وغیرہ کرنا دُرُست نہیں ، اور وہ اِس لیے کہ یہ بات یقینی ہے کہ مرنے سے پہلے اپنی دُنیاوی زندگی میں یہ صاحبان جو کُچھ کیا کرتے تھے وہ مرنے کے بعد اپنی برزخی زندگی میں نہیں کر سکتے ،اور دُنیا یا آخرت کے کسی بھی معاملے میں کسی بھی قِسم کی کوئی دخل اندازی رکھنے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتے ،

میت اور زندہ اِنسان کی حالت میں جو فرق ہوتا ہے وہ اچھی عقل والے ہر شخص پر واضح ہے ، اور وہ جانتا ہے کہ کِسی زندہ سے جو سوال کیا جا سکتا ہے وہ کِسی میت سے کرنا سوائے حماقت کے اور کُچھ نہیں، لہذا میت سے دُعا کرنا ، اَستغفار طلب کرنا، یعنی اپنے لیے بخشش کی دُعاء کروانا، اپنی کسی بھی ضرورت کی تکمیل طلب کرنا، کسی بھی قِسم کی کوئی مدد طلب کرنا، سب نا جائز کام اور بلا شک و شبہ شرک کی طرف لے جانے والا کاموں میں سے ہیں،

اِس کے ساتھ ساتھ اِس بات میں کوئی بھی کوئی شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اَجمعین رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زندگی میں اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اپنے اور اللہ سُبحانہُ وتعالیٰ کے درمیان وسیلہ بنا کر اُن سے دُعا کرواتے تھے

،

جیسے کہ قیامت کے دِن جب اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر دے گا تو لوگ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس جا کر اُن سے اللہ کے سامنے سفارش کی درخواست کریں گے ،

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ایسا نہیں کیا گیا ، اُن کے فوت ہونے کے بعد جب دُوسرے بلا فصل خلیفہ اَمیر المؤمنین عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کی خِلافت میں شدید قحط واقع ہوا تو انہوں نے عباس رضی اللہ عنہُ کو وسیلہ بنا کر دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی ،اِس کے بارے میں کچھ تفصیلی بات چیت اِن شاء اللہ آگے ، """روایات، حدیث اور آثار میں سے دلائل اور اُن کا جواب """ میں پیش کروں گا۔

یہاں تک کی معلومات سے الحمد للہ یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ لغت میں، اور قران کریم میں """وسیلہ """ کا مُشترکہ معنی اور مفہوم """اللہ کا قُرب تلاش کرنے کے لیے کوئی ایسا کام اختیار کرنا ہے جس کام پر اللہ راضی ہو """ ،

لہٰذا اِس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ جو کوئی """وسیلہ """ کا کوئی بھی اور معنی یا مفہوم بناتے ہیں ، وہ اُن کی ذاتی سوچ کا شاخسانہ ہے جسے شریعت کے مصادر کی کوئی تصدیق اور تائید حاصل نہیں، لہٰذا وہ معنی اور مفہوم نا قابل قُبول ہے ،

اِس کے بعد سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ جو کچھ لوگ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ، یا کسی بھی اور نبی اور رسول علیہم الصلاۃ والسلام، یا کسی بھی اور نیک اور صالح مُسلمان ، یا اِن شخصیات کے عِلاوہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی بھی مخلوق کی ذات، رُتبے

، جاہ ، حق ، صدقے ، واسطے یا اُن کی کسی بھی اور صِفت کو """ وسیلہ """ بناتے ہیں ، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟؟؟

تو اِس کا مختصر اور دُرست ترین جواب یہ ہے کہ """ نہیں """ ،

اور اِس """ نہیں """ کی مختصر طور پر وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ ایسا کرنے کی کوئی دلیل ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب کریم اور اُس کے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ میں نہیں ملتی ،

پس جِس کسی نے بھی کوئی بھی ایسا عقیدہ اپنایا ، یا ایسا کام کیا جس کی کوئی دلیل اللہ جلّ جلالہُ کی کتاب قران کریم اور اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح سُنّت شریفہ میں نہ ہو وہ عمل شرعی طور پر مردُود ہے ،

اب ہم اِس موضوع کو کچھ تفصیل سے سمجھتے ہیں ، اِن شاء اللہ ، اور اِن دو مذکورہ بالا آیات شریفہ کے عِلاوہ اُن دیگر آیات مُبارکہ ، اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں ، جنہیں غلط طور پر سمجھ کر ، یا غلط طور پر سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کچھ لوگ ، اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اپنے لیے دُعاء کرنے میں ، اور اللہ عزّ و جلّ سے اپنی حاجات پوری کروانے کے لیے """ وسیلہ """ بنانا جائز قرار دیتے ہیں ، بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں ،

:::::: سُنّت مُبارکہ میں لفظ """الوسیلہ ، وسیلہ """ ، اور اِس کا معنیٰ اور مفہوم ::::::

::: مخلوق میں سے کسی کی ذات ، اور صِفات وغیرہ کو "وسیلہ" بنانے ، اور بنوانے والوں کے روایاتِ حدیث اور آثار میں سے دلائل اور اُن کے جوابات :::

:::: (1) :::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے پہلی دلیل ، اور اُس کا جواب :::::::

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ، ایک نابینا صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ """ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَنِي ::: دُعاء فرمایے کہ اللہ مجھے شِفاء عطاء فرمادے """ ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ ::: اگر تُم چاہتے ہو کہ میں دُعاء کروں (تو میں دُعاء کروں گا) اور اگر تُم صبر کرو تو وہ تُمہارے لیے (میرے دُعاء کرنے سے) زیادہ خیر والا ہے ﴾

صحابی رضی اللہ عنہُ نے پھر عرض کی """ فَادْعُهُ ::: آپ اللہ سے دُعاء فرمایے """ ،

تو جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اُس صحابی رضی اللہ عنہُ کو بہترین طور پر وضوء کرنے کے بعد یہ دُعاء کرنے کا اِرشاد فرمایا کہ ﴿ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ::: اے اللہ ، میں آپ کی طرف توجہ کرتا ہوں اور آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے رحمت والے نبی محمد کے ذریعے سے ، میں نے اپنی اِس حاجت کی تکمیل کے لیے (اے رسول اللہ) آپ کے ذریعے اپنے رب کی طرف توجہ کی ، اے اللہ لہذا تُو میرے لیے (اپنے نبی) کی شفاعت (دُعاء) قُبول فرما ﴾ سُنن ابن ماجہ / حدیث 1448 / کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ / باب 189 ، سُنن الترمذی / حدیث 3927 / کتاب الدعوات / باب 135 ، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے دونوں روایات کو صحیح قرار دِیا ، اِس کے عِلاوہ یہ واقعہ ، یہ حدیث شریف حدیث کی کچھ دیگر کُتب میں بھی مروی ہے ،

:::::: جواب :::::::

محترم قارئین ،اِس حدیث شریف کے اِلفاظ چیخ چیخ کر یہ بات رہے ہیں کہ صحابی رضی اللہ عنہُ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے دُعاء کرنے کی درخواست کی ،

ایسا نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے دُعاء کرنے کی درخواست کرنے کی بجائے خود سے ہی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے بغیر نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ،یا اُن رُتبے ، جاہ ، حق ، منصب ، صدقے وغیرہ کو """وسیلہ """ بنا کر دُعاء کر ڈالی ،

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بھی دُعا کرنے سے پہلے اپنے اُس صحابی رضی اللہ عنہُ کو یہ سمجھایا کہ اپنی تکلیف اور بیماری پر صبر کرنا تمہارے لیے مجھ سے دُعاء کروانے سے بہتر ہے ،

پھر بھی جب صحابی رضی اللہ عنہُ نے دُعاء ہی کرنے کی درخواست کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے انہیں اچھی طرح سے وضوء کرنے کے بعد یہ جو مذکورہ بالا دُعاء کرنے کی تعلیم دی ،اُس دُعاء کے آخری الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں ، کہ اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی ذات شریف ،یا اُن رُتبے ، جاہ ، حق ، منصب ، صدقے وغیرہ کو """وسیلہ """ بنانے کا کوئی ذِکر نہیں ، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے دُعاء کروانے ،اور اُن صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم کی دُعاء قُبول کرنے کی دُعائے مزید کرنا سکھائی گئی ،

یا دُوسرے اِلفاظ میں یُوں کہہ لیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے کی گئی دُعاء کو """وسیلہ """ بنا کر دُعائے مزید کرنے کی تعلیم دی گئی ، نہ کہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی ذات شریف ،یا اُن رُتبے ، جاہ ، حق ، منصب ، صدقے وغیرہ کو """وسیلہ """ بنا کر دُعاء کرنے کی ،

اگر اِس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی ذات شریف ،یا اُن رُتبے ، جاہ ، حق ، منصب ، صدقے وغیرہ کو """وسیلہ """ بنا کر دُعاء کرنے کی کوئی دلیل ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اُن کی مشکلوں اور مصیبتوں کے اوقات میں ایسا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ، لیکن ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں میں یہ عمل کہیں نہیں ملتا ،اور اُن کے بعد میں آنے والوں کے ہاں بھی صدیوں تک ایسا کوئی عمل یا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ،

لہذا اِس واقعہ ، اِس حدیث شریف میں اُن لوگوں کے لیے اُس عقیدے کی کوئی دلیل نہیں جِس کی بناء پر وہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی ذات ، رُتبے ، جاہ ، حق ، منصب ، صدقے ، یا کسی بھی اور صِفت وغیرہ کو """وسیلہ """ بنا کر اللہ سے دُعاء کرنے ،اور اللہ سے سوال کرنے کو جائز بنانے کی کوشش کرتے ہیں ، ولِلّٰہِ الحَمدُ والمِنّة ،

جی اگر کوئی اِس بات کی کسی طور کوئی ضمانت رکھتا ہے کہ وہ اپنے کسی مسئلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے دُعاء کروا سکتا ہے ، اُن کی دُعاء حاصل کر سکتا ہے تو پھر اِس واقعے ، اِس حدیث شریف کے مُطابق زیادہ سے زیادہ اُسے اِس چیز کا جواز مل جاتا ہے کہ وہ اپنے لیے نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی دُعاء حاصل کرنے کے بعد ، اُس دُعاء کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے اُس دُعاء کی قُبولیت کے لیے دعائے مزید کر لے ،

اور ایسا ہونا ، یعنی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی موت کے بعد ، اُن کے دُنیا سے رُخصت ہو چکنے کے بعد کوئی اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے اپنے لیے دُعاء کروا سکے ،

کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہی یہ خبر عطاء فرمار کھی ہے ﴿إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ إِلاَّ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ::: جب اِنسان مر جاتا ہے تو اُس کے عمل (دُنیا سے) کٹ جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے (1) صدقہ جاریہ، یا (2) فائدہ دینے والا علم، یا (3) نیک اولاد جو اُس کے لیے دُعاء کرتی ہے ﴾ صحیح مُسلم/حدیث 4310/کتاب الوصية/باب 4،

اور دُعاء عِبادت ہے، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مقرر کردہ حُدود میں رہ کر کی جائے تو بلا شک عمل صالح میں سے ہے، ایسے نیک کاموں میں سے ہے جو کسی کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتے ہیں۔

::::: (2) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ """ بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے دُوسری دلیل، اور اُس کا جواب :::::::

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم درج ذیل اِرشاد گرامی کو بھی یہ صاحبان اپنے لیے دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں :::

﴿ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلاَةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِى وَعَدْتَهُ ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ::: جس کسی نے اذان سننے کے بعد یہ کہا کہ ، اے اللہ، اِس مکمل دعوت کے رب، اور قائم ہونے والی نماز کے رب، محمد کو وسیلہ اور فضیلت عطاء فرما، اور اُنہیں تعریف کیے گئے مُقام پر مقرر فرما، جس کا تُو نے اُن سے وعدہ فرما رکھا ہے، تو اُس کے لیے (یعنی یہ دُعاء کرنے والے کے لیے) قیامت والے دِن میرے شفاعت (پانا) یقینی ہو گیا ﴾ صحیح بخاری/حدیث 614/کتاب الاذان/باب 8،

::::: جواب :::::::

اذان سننے کے بعد کی جانے والی اِس دُعاء میں لفظ """وسیلہ """ کو لغوی اعتبار سے """قُرب، قُربت، پاس ہونا، قریب ہونا""" کہا گیا،

اور شرعی مفاہیم میں """قیامت والے دِن کی شفاعت کُبریٰ""" کہا گیا،

اور جنّت میں پائے جانے والے ایک مُقام، ایک درجے، ایک منزل کا نام کہا گیا، لغوی اعتبار سے معانی اور مفاہیم کی تفصیل بالکل آغاز میں بیان کر دی گئی،

اذان کے جواب میں دُعاء کرنے والی اِس مذکورہ بالا حدیث شریف میں مذکور لفظ """وسیلہ """ کے اِن تین مذکورہ بالا معانی اور مفاہیم میں سے یہ آخری والا ہی سب سے زیادہ دُرست ہے، کیونکہ یہ معنیٰ اور مفہوم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایے :::

﴿إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلاَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لاَ تَنْبَغِي إِلاَّ لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ::: جب تم لوگ مؤذن کو (اذان کہتے ہوئے) سُنو تو جو کچھ وہ کہے (اُس کے کہنے کے بعد) ویسا ہی کہتے رہو، پھر مجھ پر صلاۃ کہو، کیونکہ جو کوئی مجھ پر صلاۃ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر اُس صلاۃ کہنے کی وجہ سے دس گُنا رحمت کرتا ہے، پھر میرے اللہ سے وسیلے کا سوال کرو، اور وسیلہ جنّت میں ایک مقام ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے لیے (مختص) ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ (بندہ) میں ہوں، پس جِس نے میرے لیے وسیلہ ملنے کا سوال کیا تو اُس کے

لیے (یعنی یہ دُعاء کرنے والے کے لیے) قیامت والے دِن میری شفاعت (پانا) یقینی ہو گیا ﴾ صحیح مُسلم/حدیث 875/کتاب الصلاۃ/باب 7،

::::::: فقہ الحدیث :::::::

اِس مذکورہ بالا حدیث شریف میں کئی مسائل بیان فرمائے گئے ہیں،

میں اُن کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، تا کہ ہم اپنے زیر مطالعہ موضوع سے دُور نہ ہوں، صِرف اُن کا ذِکر کرتا چلوں گا،اِن شاء اللہ،

::: (1) :::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے بندے ہیں، اللہ کی ذات یا کسی صِفت میں سے نہیں ہیں،

::: (2) ::: اللہ کے ہاں اُنہیں کیا ملنا یقینی ہے؟اِس کی خبر وہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نہیں رکھتے تھے،

::: (3) ::: جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر صلاۃ کہتا ہے، یعنی اُن کے لیے اللہ سے رحمت، بخشش، اور درجات میں بلندی کی دُعاء کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ وہ دُعاء کرنے والے کو اُس دُعاء کی وجہ سے دس گُنا رحمت عطاء فرماتا ہے،
اِس حدیث شریف میں اذان سننے اور اُس کا جواب دینے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے صلاۃ وسلام کہنے کی اجازت فرمائی گئی ہے، لیکن جماعتی طور پر نہیں، اور نہ ہی اِس میں اپنے اپنے من گھڑت الفاظ میں خود ساختہ صلاۃ وسلام کہنے کی کوئی دلیل ہے،

(صلاۃ وسلام کا دُرست مفہوم اور مسائل جاننے کے لیے اِس کے متعلق اُس مضمون کا مطالعہ فرمایے جس کا ذِکر پہلے کیا گیا ہے)،

::: (4) ::: اللہ تعالیٰ سے جائز اور دُرست طور پر دُعاء کرنا ایسے کاموں میں سے ہے جن پر اللہ راضی ہوتا ہے،

::: (5) ::: حدیث شریف میں بیان کردہ """وسیلہ""" سے مُراد جنّت میں پایا جانے والا ایک مُقام ہے، ایک درجہ ہے، ایک منزل ہے، اور اُس کا ہی ذِکر فرمایا گیا ہے، نہ کہ مخلوق میں کسی کی ذات، صفات، جاہ، واسطے، صدقے وغیرہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعاء کرنے کا ذریعہ بنانے کا کوئی ذِکر ہے، بلکہ کوئی اِشارہ تک بھی نہیں،

الحمد للہ،اِس طرح ایک اور شک، اور ایک غلط فہمی رفع ہوئی،

::::: (3) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے تیسری دلیل، اور اُس کا جواب:::::::

ایک اور روایت جسے مختلف کتابوں میں دُوسرے بلا فصل خلیفہ أمیر المؤمنین عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کی روایت کے طور پر ذِکر کیا گیا ہے، اور ہمارے یہ کلمہ گو بھائی صاحبان اُسے بھی اپنے اِس نادُرست عقیدے کی دلیل بنا کر اِستعمال کرتے ہیں، یہ ہے کہ

﴿لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ: يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي. فَقَالَ اللَّهُ: يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ: يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ. فَقَالَ اللَّهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ. إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ::: جب آدم (علیہ السلام) کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُنہوں نے کہا، اے میرے رب مجھے محمد کے حق کی وجہ سے

معاف فرمادے

اللہ نے فرمایا، تُمہیں محمد کے بارے میں کیسے پتہ چلا،

آدم (علیہ السلام) نے کہا، اِس طرح کہ جب آپ نے مجھے آپ کے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا، اور اپنی رُوح میں سے مجھ میں پھُونکا، اور میں نے (زندہ ہونے پر) اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پائیوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ لکھا ہوا دیکھا، تو مجھے یہ سمجھ آگیا کہ آپ صِرف اُسی کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑیں گے جو آپ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا،

اللہ نے فرمایا، سچ کہا تُو نے اے آدم، وہ میرے ہاں میری ساری مخلوق میں سے سب زیادہ محبوب ہیں، تُم نے مجھ سے اُن کے حق کے ذریعے دُعاء کی، پس میں نے تمہاری بخشش کر دی، اور اگر محمد نہ ہوتا تو میں تمہاری تخلیق ہی نہ کرتا﴾

::::::: جواب :::::::

یہ روایت إِمام الحاکم رحمہُ اللہ نے اپنی مستدرک میں خارج کی، یعنی سب سے پہلے اُنھوں نے اپنی اِس کتاب میں اِسے نقل کیا، اور اِلفاظ کے معمولی سے فرق کے ساتھ اُنہی سے، یعنی إِمام الحاکم رحمہُ اللہ سے ہی، إِمام ابن عساکر رحمہُ اللہ نے نقل کیا، اور إِمام عبدالرحمٰن السیوطی رحمہُ اللہ نے """خصائص الکُبریٰ""" میں، اور دیگر عُلماء نے بھی اِنہی کے حوالے سے نقل کیا، لہٰذا اِسے إِمام إِمام عبدالرحمٰن السیوطی رحمہُ اللہ کے حوالے سے ذِکر کرنا دُرست نہیں، کیونکہ یہ روایت اُن کی تخریج کردہ نہیں،

مکمل حوالہ جات درج ذیل ہیں:::

المُستدرک الحاکم/حدیث 875/کتاب تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ/آخری سے پہلے والا باب وَمِنْ كِتَابِ آيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ،

تاریخ دمشق لابن عساکر/جلد 7/حرف الف/باب 578 آدم نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یکنی إِبا محمد ویقال إِبو البشر،

خصائص الکُبریٰ/جلد اول/باب لَطِيفَة أُخْرَى فِي أَن اخذ الْمِيثَاق من النَّبِيين لنبينا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَعَلَيْهِم كَإِيمَانِ الْبيعَة الَّتِي تُؤْخَذ للخلفاء،،،،اب اِس روایت کا حال بھی سمجھتے چلیے،

إِمام ابن عساکر رحمہُ اللہ نے اپنی اِسی "تاریخ دمشق" میں یہ روایت ذِکر کرنے کے فوراً ہی بعد، بالکل ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ """ قال البيهقي تفرد به عبد الرحمن بن زيد بن أسلم من هذا الوجه وهو ضعيف::: (اِس روایت کے بارے میں)إِمام البیھقی رحمہُ اللہ نے کہا کہ یہ روایت ذِکر کرنے والا صِرف عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہی ہے اور وہ ضعیف ہے"""،

إِمام شمس الدِین محمد بن احمد الذھبی رحمہُ اللہ (متوفی 748 ہجری) نے، اِسی "مستدرک الحاکم" پر اپنی تلخیص میں جو کہ اِس مستدرک الحاکم کے کئی نسخہ جات میں ساتھ ہی شامل ہے، اِس روایت کے بارے میں کہا کہ """ بل موضوع، وعبد الرحمن واہ، وعبد الله بن مسلم الفهري لا أدري من هو ::: بلکہ یہ روایت خود ساختہ، من گھڑت جھوٹی ہے، اور (اِس کی سند میں) عبدالرحمٰن (بن زید بن اسلم) نامی راوی بالکل نا قابل اعتماد ہے، اور عبداللہ بن مسلم الفھری (نامی راوی) کا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے"""،

اور إِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے """سلسلہ الاحادیث الضعیفہ/حدیث رقم 25""" میں اِس روایت کی تحقیق اور تخریج کرتے ہوئے لکھا کہ """اور یہ فھری جو ہے، اِس کے بارے میں إِمام شمس الدِین محمد بن احمد الذھبی رحمہُ اللہ (متوفی 748 ہجری) نے "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں اِسی روایت کا ذِکر کرتے ہوئے لکھا کہ "یہ خبر باطل ہے، اِسے (إِمام) البیہقی (رحمہُ اللہ)

نے دلائل النبوہ میں (بھی) ذِکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ روایت ذِکر کرنے والا صِرف عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے اور وہ ضعیف (یعنی کمزور نا قابل اعتماد اور نا قابل حُجت) ہے"،

اور اِمام ابن کثیر رحمہُ اللہ نے بھی (اپنی) "تاریخ" (کی کتاب "البدایۃ و النھایۃ/جلد اول/باب خلقِ آدم علیہ السلام") میں (اِمام) البیہقی (رحمہُ اللہ) کی اِس بات کی تائید کی ہے،

اور اِمام ابن حجر العسقلانی رحمہُ اللہ نے بھی (اپنی کتاب) "اللسان" میں اِس کی تائید کی ہے،"""،

اِس کے علاوہ اِس راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو اِمام ابن معین رحمہُ اللہ، اِمام احمد رحمہُ اللہ، اور اِمام النسائی رحمہُ اللہ نے بھی ضعیف ہی قرار دِیا ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اِمام احمد ابن عدی رحمہُ اللہ (متوفی 365 ہجری) کی "الکامل فی ضعفاء الرجال"،

لہٰذا اِن سب محدثین کرام رحمھم اللہ کے حکم کے مطابق یہ روایت خود ساختہ، من گھڑت جھوٹی روایت ہے، اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی شخص اِس کی حقیقت جاننے کے بعد اسے اپنے لیے کوئی دلیل بنانے کی کوشش نہیں کرے گا، سوائے اُس کے جس کو یا تو اِن معاملات کی سمجھ ہی نہ ہو، یا پھر وہ جان بوجھ کر اپنے مذھب و مسلک کو ہی سچا بنانے کی کوشش کرنے والوں میں سے ہو،

::: ایک ملاحظہ ::: یہ روایت جھوٹی ہی سہی، لیکن جو لوگ اِس کو دُرست مان کر اپنے لیے ایک نا دُرست عقیدے کی دلیل بناتے ہیں، اُنہیں کیا اِس میں، یہ صحیح عقیدہ پڑھنے میں نہیں آتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم اللہ کی مخلوق تھے، نہ کہ معاذ اللہ، اُس کی ذات پاک میں سے کوئی جُز، یا اُس کی صِفات شریفہ میں سے کوئی جُز،

اب میں کیا کہوں !!! یہ رویہ، یہ انداز کس وجہ سے ہے ؟؟؟ لا علمی، ضِد، تعصب، یا اُمت کو راہ حق سے دُور کرنے کا مشن، واللہ أعلم،

::::: (4) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے چوتھی دلیل، اور اُس کا جواب :::::::

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے دُوسرے بلا فصل خلیفہ عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کے عباس رضی اللہ عنہُ سے دُعاء کروانے کا واقعے کو دلیل بنایا جاتا ہے،

یہ واقعہ صحیح روایات میں یُوں بیان ہوا کہ جب دُوسرے بلا فصل خلیفہ أمیر المؤمنین عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہُ وأرضاہُ کی خِلافت میں شدید قحط واقع ہوا تو انہوں نے عباس رضی اللہ عنہُ کو وسیلہ بنا کر دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی،

اور اس طرح دُعاء کی کہ """ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا ::: اے اللہ ہم پہلے آپ کے نبی کے ذریعے آپ (سے دُعاء کرنے کے لیے) آپ کی طرف قرب اختیار کرتے تھے تو آپ ہمیں پانی عطاء فرماتے تھے، اب ہم ہمارے نبی کے چچا کے ذریعے آپ (سے دُعاء کرنے کے لیے) آپ کی طرف قرب اختیار کر رہے ہیں لہٰذا ہمیں پانی عطاء فرمایے """ صحیح بخاری/حدیث 1010/کتاب الاستسقاء/باب 3،

::::: جواب :::::::

دُکھ اور افسوس بھری حیرت والا معاملہ ہے کہ ہمارے یہ کلمہ گو بھائی کس طرح اِس واقعہ کو اپنے نا دُرست عقیدے کی دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں،

پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ اللہ ہی جانے کہ اِن میں کتنے اپنی لاعلمی کی وجہ سے اِس قِسم کے دلائل اپناتے ہیں ، اور کتنے جان بوجھ کر گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں ، جبکہ ایک مجھ جیسے ایک عام سی عقل رکھنے والے کو بھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ :::

اِس واقعے میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی فوت شُدہ ہستی کی ذات ، یا اُس کے رُتبے ، جاہ، منصب ، حق ، صدقے ، واسطے ، یا کسی بھی اور صِفت وغیرہ میں کسی چیز کو اللہ سے دُعاء کرنے یا کروانے کے لیے """وسیلہ """ بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے ، خواہ وہ ہستی انبیاء اور رُسل علیہم الصلاۃ والسلام میں سے ہو ، یا کوئی بھی اور شخصیت ،

اور یہ کہ اِس واقعے میں صِرف اور صِرف اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے ، زندہ اِیمان والے بندوں میں سے کسی نیک ، صالح ، متقی ، پرہیز گار شِرک و بِدعات سے مبراء بندے سے دُعاء کروائی جا سکتی ہے ، اور یہ بھی ایک مسئلہ ہے جِس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ،

قارئین کرام ، ذرا سا غور اور تدبر فرمایے تو اِن شاء اللہ بہت آسانی سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ،

سب سے پہلے تو اِس بات پر غور فرمایے اور اِسے اچھی طرح سے ذہن و دِل نشین فرما لیجیے کہ اَمیر المؤمنین عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ُ نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر شریف کی طرف نہیں گئے اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ، یا اُن کے رُتبے ، جاہ ، حق ، واسطے اور صدقے وغیرہ کو وسیلہ بنا کو کوئی دُعاء کی ،

اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو یقیناً وہ ایسا ہی کرتے ، اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اُنہیں ٹوکتے کہ آپ براہ راست نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ، یا اُن کے رُتبے ، جاہ ، حق ، طفیل اور صدقے وغیرہ کو وسیلہ بنا کر دُعاء کرنے کی بجائے عباس رضی اللہ عنہ ُ سے دُعا کیوں کروا رہے ہیں ؟؟؟

یعنی ، دُوسرے اِلفاظ میں یہ کہیے کہ اِس واقعے سے تو یہ ثابت ہوا کہ ،

اگر نبی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ، یا اُن کے رُتبے ، جاہ ، حق ، طفیل اور صدقے وغیرہ کو وسیلہ بنانا جائز ہوتا تو یا اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر شریف پر جا کر دُعاء کرنا جائز ہوتا تو اَمیر المؤمنین عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ُ عباس رضی اللہ عنہ ُ سے دُعا کروانے کی بجائے قبرِ نبوی پر جا کر دُعاء کرتے یا نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ، یا اُن کے رُتبے ، جاہ ، حق ، اور صدقے وغیرہ کو وسیلہ بنا کر دُعاء کرتے ،

کیونکہ بِلا شبہ نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو وسیلہ بنانا عباس کو وسیلہ بنانے سے اَفضل تھا اور یہ اُن کے لیے کوئی مُشکل بھی نہ تھا ، لیکن اَمیر المؤمنین عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ُ نے ایسا کچھ نہیں کیا ، اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اُن کی کوئی مخالفت نہیں کی ، بلکہ سُکوت اختیار کیا ، جو کہ رضا مندی اور اتفاق کی دلیل ہے ،

اسے عِلم الاصول الفقہ میں """اجماع سکوتی """ کہا جاتا ہے ، جو کہ دِین کے احکام کے مصادر میں سے ایک ہے ،

پس اِس واقعے میں ، ہمارے زیر مُطالعہ موضوع سے متعلق صِرف اُنہی دو مسائل کی دلیل ملتی ہے جن کا ذِکر میں نے اِس روایت کے بیان کے آغاز میں کیا تھا کہ :::

::: (1) ::: اِس واقعے میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی فوت شُدہ ہستی کی ذات ، یا اُس کے رُتبے ، جاہ، منصب ، حق ، صدقے ، واسطے ، یا کسی بھی اور صِفت وغیرہ میں کسی چیز کو اللہ سے دُعاء کرنے یا کروانے کے لیے """وسیلہ """ بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے ، خواہ وہ ہستی انبیاء اور رُسل علیہم الصلاۃ والسلام میں سے ہو ، یا کوئی بھی اور شخصیت ،

::: (2) ::: اِس واقعے میں صِرف اور صِرف اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے ، زندہ اِیمان والے بندوں میں سے کسی نیک ،

صالح، متقی، پرہیز گار شِرک و بِدعات سے مبراء بندے سے دُعاء کروائی جاسکتی ہے، اور یہ بھی ایک مسئلہ ہے جِس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، وللّه الحمد المنة الذی لا تتم الصالحات إلّا بتوفيقه۔

::::: (5) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے پانچویں دلیل، اور اُس کا جواب :::::::

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کے جو حق اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک پر مقرر فرمائے ہیں اُن حقوق کے وسیلے سے دُعاء کرنا جائز ہے، اور اپنی اِس بات کے لیے درج ذیل روایت کو دلیل بناتے ہیں کہ (مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الصَّلاَةِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَاىَ هَذَا فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَلاَ بَطَرًا وَلاَ رِيَاءً وَلاَ سُمْعَةً وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَأَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ أَقْبَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ::: جو کوئی اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلا اور اُس نے کہا کہ،

اے اللہ میں تجھ سے تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق (کے وسیلے) سے سوال کرتا ہوں، اور تجھ سے میرے اِس (نماز کی طرف) چلنے کے حق (کے وسیلے) سے سوال کرتا ہوں، کہ میں کسی فخر کے لیے، یا خود پسندی کے لیے، یا ریا کاری کے لیے، یا شہرت پانے کے لیے نہیں نکلا، اور (بلکہ میں تو) تیری ناراضگی سے بچنے کے لیے، اور تیری رضا پانے کے لیے نکلا ہوں، لہٰذا میں تُجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے بچا، اور میرے گُناہ معاف فرما، کیونہ تیرے عِلاوہ کوئی بھی اور گناہ معاف کرنے والا نہیں،

تو اللہ اپنے چہرہ مبارک اُس کی طرف فرماتا ہے، اور ستر ہزار فرشتے اُس کی بخشش کی دُعاء کرتے ہیں)سُنن ابن ماجہ/حدیث 827/کتاب المساجد والجماعات/باب 14، مُسند أحمد/حدیث 11455/مُسند ابی سعید الخُدری میں سے حدیث رقم 179،

دونوں کتابوں میں اِس روایت کی مشترکہ سند میں درج ذیل ہے:::

فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

اس سند میں پائے جانے والے دونوں ہی راوی ضعیف ہیں،

"""عطیہ العوفی""" کے ضعیف، یعنی کمزور ہونے پر تقریباً سب ہی محدثین کا اتفاق ہے، خاص طور پر جب یہ کوئی روایت سننے کا ذِکر کیے بغیر روایت کرے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی،

اور دُوسرا اس عطیہ العوفی سے روایت کرنے والا """فضیل بن مرزوق"""، اسے محدیثن کرام نے میں سے کچھ نے قابل اعتماد کہا اور کچھ نے ضعیف،

قابل اعتماد کہنے والوں کی مُراد یہ ہے کہ اِس کی روایت لکھی تو جاسکتی ہے، لیکن اُس روایت کو حُجت نہیں بنایا جا سکتا،

اس کے علاوہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے، اور اُس میں یہ روایت اِس پر موقوف ہے،

تفصیلات کے لیے دیکھیے اِمام الالبانی رحمہُ اللہ کی سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ/حدیث 24،

::::: (6،7) ::::: مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتِ حدیث اور آثار میں سے چھٹی اور ساتویں دلیل، اور اُس کا جواب :::::::

مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ""" بنانے اور بنوانے والے ہمارے کلمہ گو بھائی صاحبان درج ذیل دو روایات بھی اپنے لیے دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں کہ :::

[[[إِذا سألتُم اللّهَ فاسألوهُ بِجاهي فإِنَّ جاهي عند اللّهِ عظيم ::: جب تم اللہ سے سوال کرو تو میرے رُتبے کے وسیلے سوال کرو بے شک میرا رُتبہ اللہ کے ہاں بہت بُلند ہے]]]،

اور اِسی طرح لوگوں میں یہ بات بھی حدیث کے طور پر مشہور ہو گئی کہ [[[توسلوا بجاهي فإن جاهي عند الله عظيم ::: میرے رُتبے کے وسیلے سے سوال کرو کیونکہ اللہ کے ہاں میرا رُتبہ عظیم ہے]]]،

اِن دونوں روایات کے بارے میں محدثین کرام رحمہم اللہ جمعیاً نے یہ فرمایا ہے کہ """لا اصل لہُ، یعنیٰ اِس قول کی کوئی اصل ہی نہیں ہے، کہیں کوئی سند کوئی حوالہ نہیں ملتا"""، تفصیلات کے لیے دیکھیے، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ /حدیث رقم 22،

مُسلمانوں کی وہ مستند کِتابیں جِن پر عِلم حدیث کے اِماموں اور عالِموں رحمہم اللہ و حفظہم اللہ نے اَعتماد کیا، اِن کِتابوں میں سے کِسی میں بھی اِن مذکورہ بالا روایات کا کوئی ذِکر نہیں ہے، لِہذا ایسی واہی اور جھوٹی باتوں سے کوئی حُجت قائم نہیں ہوتی اور یہ کوئی دلیل نہیں بن سکتیں۔

لِہذا یہ معاملہ، یہ مسئلہ مزید واضح اور یقینی ہو جاتا ہے کہ کِسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کِسی نبی، یا مخلوق میں سے کِسی کے بھی رُتبے یا ذات کے واسطے یا وسیلے سے سوال کرے، مُسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کے لیے وہ دُعائیں کرے جو کِتاب اللہ اور صحیح ثابت شدہ سُنّت مبارکہ میں ملتی ہیں، اور صِرف وہ طریقے اپنائے جِن کو اپنانے کی اِجازت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے ملی ہے، کیونکہ اِن کے بہترین اور اَفضل ہونے میں کوئی شک و شبہہ نہیں، اور یہ استقامت والا راستہ ہے، وہ راستہ جس پر نبی، صدیق، شہید، اور نیک لوگ چلے، اور وہ لوگ چلے جِن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، اور اِن لوگوں کا ساتھ سب سے اچھا ہے،

جی اگر کوئی اپنے کسی ایسے معاملے یا کام کے بارے میں کوئی دُعاء کرنا چاہتا ہو، جِس کے بارے میں اُسے صحیح ثابت شدہ سُنّت مُبارکہ میں کوئی دُعاء نہ ملے تو وہ اپنے اِلفاظ میں بھی دُعاء کر سکتا ہے، لیکن اُسے بہر طور اس بات کا مکمل خیال رکھنا ہی چاہیے کہ اُس کی دُعاء کے اِلفاظ میں، انداز و اطوار میں، دُعاء کرنے کی نیّت اور اس کے نتیجے کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس کی قران کریم اور صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ سے تصدیق میسر نہ ہو،

الحمد للہ، یہاں تک کی معلومات اُن لوگوں کے دلائل کے ناقابل اعتماد ہونے کو روز روشن طرح واضح کرتی ہیں جو لوگ مخلوق میں سے کسی کی ذات، صِفات، صدقے، واسطے، جاہ، حق، اور رُتبے وغیرہ کو اللہ سے دُعاء کرنے، اور اللہ سے کچھ حاصل کرنے کے لیے """وسیلہ""" بنانے کو جائز بلکہ لازمی قرار دیتے ہیں،

اور یہاں تک کہ اِس میں زندہ اور فوت شُدہ مخلوق کا فرق بھی رَوا نہیں رکھتے،

جب کہ یہ بات بالکل عام فہم سی ہے کہ زندہ اور فوت شُدہ مخلوق کی صِفات میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، اور کسی بھی فوت شُدہ مخلوق کے لیے کوئی بھی صِفت ماننے کے لیے ہمیں اللہ جلّ جلالہُ اور، یا، اُس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے صحیح ثابت شدہ خبر درکار ہے، کیونکہ یہ معاملہ غیب کے معاملات میں سے ہے، اور غیب کا عِلم صِرف اور صِرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے پاس ہے، یا اُس میں سے اُس نے جتنا اور جیسا چاہا اپنے رسولوں میں سے جِس کو چاہا عطاء فرمایا، لِہذا طے

شُدہ بات ہے کہ غیب کے کسی بھی معاملے کو ماننے کے لیے اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کی طرف سے یا اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی طرف سے صحیح ثابت شُدہ خبر درکار ہوتی ہے، کسی بھی اور کی کسی بھی بات کی بناء پر ایسی کوئی بات نہیں مانی جا سکتی، خواہ وہ کوئی بھی رہا ہو،

اِس کے عِلاوہ، جب ہم نقلی دلائل سے ہٹ کر عقلی اور منطقی نہج پر سوچتے ہیں تو یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ کسی کے دُعاء کرنے کا اور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کے رُتبے کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے ؟؟؟

اِس سوال کا کوئی جواب ہمیں اللہ کی کتاب کریم، اور اُس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ، اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے اقوال و افعال، اور پھر تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے ثابت شدہ اقوال و افعال میں کہیں نہیں ملتا،

پس یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ کسی کے دُعاء کرنے کو نبی اللہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کے رُتبے سے متصل کرنا خود ساختہ عقیدہ اور عمل ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی مقرر کردہ حُدود سے تجاوز ہے اور قطعاً ناجائز ہے، کیونکہ،

:::::: دُعاء عِبادت ہے :::::::

جی ہاں، اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعاء کرنا اُس کی عِبادات میں سے ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم نے خبر عطاء فرما رکھی ہے کہ ﴿إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ . ثُمَّ قَرَأَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) ::: یقیناً دُعاء کرنا عِبادت ہے، اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ (اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ (صِرف) مجھے (ہی) پکارو (کیونکہ) میں (ہی) تو) تمہاری دعائیں قبول کرتا ہوں﴾ سُنن ابن ماجہ/حدیث 3960/کتاب الدُعاء/پہلا باب، سُنن ابو داؤد/حدیث 1481/کتاب الوِتر/باب 23، سُنن الترمذی/حدیث 3232/کتاب تفسیر القران/باب 3، صحیح ابن حبان/حدیث 890/کتاب الرقاق/آخری باب، باب الأدعیة، مُسند احمد/حدیث 18883/حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہُ میں سے حدیث رقم 39،

یہ اِس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی عِبادت کرنے کا طریقہ صِرف اور صِرف اللہ جلّ جلالہُ کی کتاب کریم اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت مُبارکہ سے ہی لیا جائے گا، یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے اقوال و افعال میں سے، اپنی اپنی مرضی، اور اپنے اپنے خود ساختہ منطق، فلسفے، نام نہاد فہم و ادراک، تجلیات، قلبی توجہ، اور اپنی پسندیدہ اور اختیار کردہ شخصیات کے بلا دلیل اقوال و افعال، اور بِدعات کے مُطابق نہیں،

اِس کی تفصیل اِن شاء اللہ الاصل فی العِبادت میں واضح کروں گا،

چلتے چلتے، دُعاء کی قُبولیت کے اوقات کا ذِکر بھی کرتا چلوں :::

::::::: دُعاء کی قُبولیت کے اوقات، صحیح ثابت شُدہ احادیث مُبارکہ کے مُطابق :::::::

دُعا کی قُبولیت کے اسباب بننے والے جن کاموں، اور جن مُقامات کا ذِکر صحیح ثابت شدہ احادیث شریفہ میں ملتا ہے وہ کام اور مُقامات مُندرجہ ذیل ہیں :::

☆ سجدہ ☆ رات کا آخری پہر ☆ نماز کے فوراً بعد کا وقت۔

☆ قُرآن الکریم کی تلاوت کے بعد ☆ اذان کے بعد

☆ اذان اور اِقامت کا درمیانی وقت ☆ جب بارش برس رہی ہو۔

☆کسی مُسلمان کی دوسرے مُسلمان کے لیے اُس کی غیر حاضری میں کی گئی دُعا۔

☆شبِ قدر ☆عرفات کا دِن ☆جُمعہ کی رات اور دِن اور اِن کے عِلاوہ چند اور کا ذِکر بھی آیا ہے۔

☆ذِکر کی مجلس میں،یعنی وہ مجلس جِس میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا(صحیح ثابت شدہ انداز واطوار میں ذِکر ہو،اِس سے ایسی مجلس یا محفل سے مُراد نہیں جِس میں اپنی طرف سے بنائے گئے طرح طرح کے بلا دلیل اور بلا حجت الفاظ کو ذِکر سمجھ کر رٹا یا رٹایا جاتا ہے،اور اُن کی بڑے بڑے عدد میں تکرار کی یا کروائی جاتی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے واسطے صدقے یا وسیلے وغیرہ سے سوال کرنا بھی اُن کاموں میں سے ہے جِن کو سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین نہیں جانتے تھے،اور عُلماء اور دینی مسائل کی تحقیق کرنے والوں نے اِس کام پر اِنکار کیا اور اِسے بِدعت قرار دِیا ہے،

کِسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کِسی مخلوق کے ذریعے کوئی دُعا یا سوال کرے،اِس کام کو کرنے کے متعلق جتنی بھی اَحادیث ہیں وہ بھی سب کی سب جھوٹی ہیں،

أئمہِ اِسلام رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جِس نے اِن احادیث پر بھروسہ کر کے اِس کام کی اِجازت دِی ہو،لہٰذا اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کِسی کی قَسم دینا یا کِسی کے واسطے سے،کِسی کے صدقے سے،کِسی کی جاہ اور مُقام اور رُتبے کے حوالے سے کوئی سوال کرنا،کوئی دُعاء کرنا قطعاً جائز نہیں،

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعاء اور سوال کرنے کے لیے صِرف وہ ہی وسیلے اَختیار کرنا جائز ہیں جو کہ اللہ جلّ ثناوہُ کی کِتاب قران حکیم اور اس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ کے مُطابق ہوں،(اِن کا ذِکر اِن شاء اللہ اگلے باب میں کرتا ہوں،

:::::::جائز،حلال """وسیلہ""":::::::

☆(1) ☆ اللہ تعالیٰ کے نیک ناموں اور بُلند صفات کا وسیلہ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ:::اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے کام ہیں لہٰذا اللہ کو اُن ناموں سے پکارو،اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں بہت جلد یہ لوگ اپنے کیے کی سزا پائیں گے﴾سورت الأعراف(7)/آیت 180،

اس آیت شریفہ کا مفہوم جاننے کے لیے """اللہ نہیں ہے خدا: http://bit.ly/1pRDuWN """ کا مطالعہ فرمایے،

☆(2) ☆ اپنے نیک اَعمال کا وسیلہ۔

یعنی ایسے اَعمال جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے حکموں کے مُطابق کیے گئے ہوں،اُن کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے کیے جائیں،نہ کہ ایسے اعمال جنہیں اپنے ہی طور پر نیک سمجھا جا رہا ہو،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ:::اِیمان قبول کرنے والے کہتے ہیں اے ہمارے رب بے شک ہم نے اِیمان قبول کیا ہے،لہٰذا تُو ہمارے گُناہوں کو معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما﴾سورت آلِ عمران(3)/آیت 16،

اور اللہ سُبحانہُ تعالیٰ کا اِرشاد ہے﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ

لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيدٌ:::اور اللہ اِیمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کی دُعائیں قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے اُن کو بڑھاوا دیتا ہے،اور اِنکار کرنے والوں کے لیے تو شدید عذاب ہے﴾سورت الشوریٰ (42)/آیت 26،

اور حدیث میں جو تین آدمیوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جب غار کے دہانے پر چٹان آنے کی وجہ سے وہ لوگ غار میں بند ہو گئے تو اپنے اپنے نیک عمل کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُس مصیبت سے نجات دِی ، تفصیل کے لیے دیکھیے ، صحیح البُخاری/ حدیث 3465/ کتاب احادیث الانبیاء/باب 53، صحیح مُسلم / کتاب الرقاق/حدیث 7125/باب 2،

☆ (3) ☆ کِسی نیک زندہ اِنسان سے دُعا کروانا۔

خلیفہ اوّل بلا فصل اَبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہُ واَرضاہُ ، خلیفہ دوئم بلا فصل عُمر الفاروق رضی اللہ عنہُ واَرضاہُ اور دیگر بڑے صحابہ رضی اللہ عنہُم اَجمعین نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات شریف ، یا اُن رُتبے ، جاہ ، حق ،واسطے ، وسیلے یا صدقے سے کوئی دُعاء نہیں کی ،

بلکہ دُوسرے بلا فصل خلیفہ اَمیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہُ واَرضاہُ نے قحط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے چچا جان عباس رضی اللہ عنہُ سے دُعاء کروائی ، جو اِس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کسی فوت شدہ انسان کے واسطے ، وسیلے اور صدقے سے دُعاء کرنا جائز نہیں ، بلکہ زندہ مُسلمانوں میں سے کسی نیک اور صالح شخص سے دُعاء کرنا جائز ہے ، کہ اُسے دُعاء کرنے کا وسیلہ بنایا جاسکتا ہے ، نہ کہ اُسے یا کسی فوت شدہ کو دُعاء قبول ہونے کا وسیلہ یا واسطہ ماننا دُرست ہے ،

اِس واقعے کی تفصیل ابھی کچھ دیر پہلے """مخلوق میں سے کسی ذات اور صِفات وغیرہ کو """وسیلہ """ بنانے اور بنوانے والوں کی روایاتء حدیث اور آثار میں سے چوتھی دلیل ،اور اُس کا جواب """ میں بیان کی جا چکی ہے ، وللہ الحمد ،

لہٰذا اِس بات میں کوئی ادنیٰ سا شک بھی نہیں رہتا کہ کِسی کے مرنے کے بعد اُس کے حق کے واسطے ، یا اُس کے صدقے ، یا اُس کے طُفیل ، یا اُس کے رُتبے ، یا اُس کے مُقام ، جاہ اور ذات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا بہت بڑی بِدعت ہے اور حرام ہے

،

جی ہاں اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ بُلند رُتبے اور مُقام والے ہیں ، اور مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے پاس وہ رُتبہ نہیں رکھتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے کِسی کی اُس طرح شفاعت کر سکتا ہے جِس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حُکم اور اِجازت کریں گے ،

اور اِس میں بھی شک کی کوئی گُنجائش تک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا رُتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جانتا تھا ،

اور پھر اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بالکل حق کے ساتھ اور بالکل دُرست ترین طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا رُتبہ جاننے اورماننے باوجود کبھی کوئی صحابی رضی اللہ عنہُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی موت کے بعد اُن کی قبر پر جا کر یا کہیں اور سے اُن کے توسل یا اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات مُبارک ، رُتبے ، جاہ حق ، واسطے ، صدقے ، یا وسیلے وغیرہ کے ذریعے دُعاء کرتا ہوا نظر نہیں آتا ،

جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو مجموعی طور پر بھی ، اور کئی ایک کو انفرادی طور پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

کی وفات کے بعد بڑی بڑی مُشکلوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اور اُن کے لیے یہ بہت آسان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر پر جا کر یا اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے وسیلے سے دُعا کر کے اپنی مُشکلیں حل کروا لیتے ،

جیسا کہ بعد میں آنے والے کچھ لوگوں نے سمجھا، اور اِس گُمراہی پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی گُمراہ کیا ،

مگر صحابہ رضی اللہ عنہم اُجمعین نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ کے سامنے کِسی کے رُتبے یا مُقام سے کِسی دوسرے کو کوئی فائدہ ہونے والا نہیں اور نہ ہی کوئی با رُتبہ شخصیت اللہ کے حُکم اور اِجازت کے بغیر اللہ کے سامنے کسی کی سفارش کر سکتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَ مِن ذَالَّذِی یَشفَعُ عِندَہُ اِلَّا بِأذنِہِ::: اور کون ہے جو اللہ کے سامنے اللہ کی اِجازت کے بغیر سفارش کر سکے ﴾ سورت البقرہ (2)/آیت 255 ، (آیت الکُرسی) ،

اور اِرشاد فرمایا ہے کہ ﴿وَلا یَشْفَعُونَ اِلاّ لِمَنِ ارْتَضَیٰ::: اور وہ (اللہ کے سامنے کسی کے لیے بھی) سفارش نہیں کر سکتے سوائے اُس کے لیے جِس (کے لیے سفارش کرنے) کے لیے اللہ راضی ہو، یعنی اللہ کی طرف سے سفارش کرنے کی اجازت ہو ﴾ سُورت الانبیاء (21)/آیت 28 ،

اور ﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ::: اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے، کسی کی) سفارش فائدہ نہ دے گی سوائے اُس کے لیے جس کے لیے اللہ نے (سفارش کرنے کی) اجازت عطاء فرمائے ﴾ سُورت سباء (34)/آیت 23 ،

اور بھی ہیں ، لیکن فی الحال انہی پر اکتفاء کرتا ہوں ،

صحابہ رضی اللہ عنہم اُجمعین ، اور تابعین ، تبع تابعین ، اور اُن کے بعد والوں میں سے ائمہ اور عُلماء کرام رحمہم اللہ جمعیاً میں سے کوئی ، کبھی بھی کوئی بھی دُعاء کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی طرف نہیں جایا کرتے تھے میں سے کِسی نہ قبر کے پاس یا قبر کی طرف مُنہ یا پیٹھ کر کے دُعا کرنے کو اچھا کہا ہے ،

اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اُجمعین ، اور نہ ہی تابعین ، تبع تابعین ، اور اُن کے بعد والوں میں سے ائمہ اور عُلماء کرام رحمہم اللہ جمعیاً میں سے کسی نے بھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات پاک ، یا اُن کی صِفات مُبارکہ میں سے کسی صِفت ، یا اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے رُتبے ، جاہ ، حق ، طفیل ، صدقے ، واسطے ، منصب ، رُتبے وغیرہ میں سے کسی کو """ وسیلہ """ بنا کر دُعاء کی ہے ، سوائے کچھ ایسے لوگوں کے جنہوں نے مسلک """ اہل سُنّت والجماعت """ کی مخالفت کی اور شرعی طور پر مقبول کسی بھی دلیل کے بغیر اپنی اپنی سوچوں فکروں ، منطق ، فلسفے ، آراء اور اہواء کی پیروی کی ،

میرے جو بھائی اور بہنیں اپنے آپ کو مسلک """ اہل سُنّت والجماعت """ سے منسوب کرتے یا سمجھتے ہیں وہ میری اِس بات پر غصہ نہ کریں ، اِن شاء اللہ ابھی اِس کی مختصر سی وضاحت بھی پیش کرتا ہوں ،

مُسلمان کے لیے یہی بہتر ہے کہ جو کچھ اللہ کی کتاب کریم اور اُس کے رسول عظیم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شدہ سُنّت شریفہ میں ہے اُس کے مُطابق عمل کرے ،

میں (عادِل سُہیل ظفر) کہتا ہوں کہ بہر طور بہتر اور اُفضل یہ ہے کہ جو کام اُمت کے پہلے دور کے لوگوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہیں کیا اُس کو ترک کیا جائے تا کہ بِدعت اور فتنے کا راستہ بند ہو ، یہی مسلک """ اہل سُنّت والجماعت """ ہے ،

پس ہمیں یہ بات بہت ہی اچھی طرح سمجھ کر مضبوطی کے ساتھ یاد رکھنی ہی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر

صلاۃ والسلام اور اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے دُعاء کرنا اَصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے """وسیلہ """ طلب کرنا اور اُن کے لیے مُقامِ محمود طلب کرنا ہے اور وہ صحیح ثابت شدہ احادیث مبارکہ کی مُطابق وہ """وسیلہ """ کیا ہے ؟؟؟اِس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے، وللہ الحمد ،

اور اِسی طرح یہ بھی خُوب اچھی طرح سے سمجھ کر بہت پکے طور پر یاد کر لینا چاہیے کہ اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کے فرامین مُبارکہ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شُدہ سُنّت شریفہ کو اپنی اپنی عقل و فہم ، منطق ، فلسفے ، آراء اور اہواء کے مُطابق سمجھ کر کچھ کا کچھ معنیٰ یا مفہوم بنا لینا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں، اللہ جلّ شانہُ کے کلام پاک کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلا مصدر خود اللہ کا کلام ہی ہے، اور پھر اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شُدہ قولی ، فعلی اور تقریری سُنّت مُبارکہ ، اور اِن دونوں کو حق کے مُطابق سمجھنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے اقوال و افعال ہیں، **اِسی کو مسلک """اہل سُنّت والجماعت """ کہا جاتا ہے، اور الحمد للہ ہم اِس مسلک کے سالک ہیں،**

پس جو کوئی بھی قران اور سُنّت کو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کے اقوال وافعال کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے اپنی عقل و فہم ، منطق، فلسفے، آراء اور اہواء کے مُطابق سمجھتا یا سمجھاتا ہے تو وہ عملی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کرتا ہے اور اللہ جلّ ثناؤہُ کے مقرر کردہ منہج سے منحرف ہوتا ہے ، اور در حقیقت مسلک """**اہل سُنّت والجماعت** """ کا مخالف ہوتا ہے نہ کہ اُس کی پیروی کرنے والا خواہ وہ چِلاّ چِلاّ کر خود کو """**اہل سُنّت والجماعت** """ کا پیروکار کہتا ہو،

[[[اس موضوع کو سمجھنے کے لیے درج ذیل روابط پر موجود معلومات کا مطالعہ ضرور فرمایے :

::::::: اللہ کی نازل کردہ حکمت ::: صحابہ رضی اللہ عنہم کے فہم کی حجت :::::::

http://bit.ly/1xLOI1t

::::::: احکامِ شریعت جاننے کی کسوٹیاں :::::::

http://bit.ly/10kvpkQ

اللہ اور رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم کے احکامات اور فرامین مُبارکہ کو کیسے سمجھا جانا چاہیے ؟ اور قُبول کیا جانا چاہیے ؟؟؟ ::::: :::::: اللہ کے دِین کو سمجھنے اوردُرُست طور پر اپنانے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فہم اور کردار کی حُجیت ::::

http://bit.ly/1B1zzM7

[[[اِس آخر الذِکر ربط میں پہلے والے دو روابط بھی موجود ہیں، اگر آپ چاہیں تو صِرف آخری والے کو کھول کر باقی دو تک بھی پہنچ سکتے ہیں]]]

::::::: عقلی، یعنی منطق و فلسفہ پر مبنی دلائل اور اُن کے جوابات :::::::

گو کہ نقلی دلائل کی موجودگی میں عقل دلائل کی طرف جانا کچھ مناسب نہیں، لیکن چونکہ مخلوق میں سے کسی کی ذات ، صِفات، جاہ ، حق ، رُتبے ، واسطے ، صدقے ، طُفیل، وغیرہ کو """وسیلہ """ بنانے اور بنوانے والے میرے کلمہ گو بھائی کچھ عقلی یعنی منطقی اور فلسفوں پر مبنی دلائل سے بھی مدد لینے کی کوشش کرتے ہیں، لہذا اُن کا بھی جائزہ لیے چلتے ہیں،

::::::: کہتے ہیں کہ """سیڑھی کے بغیر چھت تک نہیں پہنچا جا سکتا ہے ، لہذا ہم اللہ تک پہنچنے کے لیے نبی (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) اور اولیاء اور صالحین کو وسیلہ بناتے ہیں """،

سب سے پہلے تو یہ دیکھیے کہ اِس بودی دلیل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو اور پھر اُس کے رسول کریم کو، اور پھر اُمت کے اولیاء اور صالحین رحمھم اللہ کو کن چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ،

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو اِرشاد فرما رکھا ہے کہ ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ:::اور اللہ کے لیے تو آسمانوں اور زمین میں بہت ہی بُلند و برتر مثال ہے، اور وہ بہت زبردست اور حِکمت والا ہے﴾سُورت الروم(30)/آیت 27،

اور یہ لوگ اللہ جلّ و عُلا کے لیے کیسی گھٹیا مثال بنا لائے ہیں ، صِرف اپنے نا دُرست عقیدے کو دُرست دِکھانے کے لیے ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ:::پاک ہے اللہ اُن صِفات (اور باتوں سے) جو یہ (اللہ کے بارے میں) کہتے ہیں﴾سُورت الصافات(37)/آیت 159،

::::::: اور، کہتے ہیں کہ """گناہ گار، غلط کار اور کوتاہیاں کرنے والے تو اللہ سے دُور ہوتے ہیں، پس اُنہیں اللہ سے دُعاء کرنے کے لیے نیک لوگوں کا وسیلہ اپنانا ضروری ہوتا ہے"""

جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ::: اور اگر میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو، یقیناً میں قریب ہوں ،جب کوئی پکارنے والا (صِرف) مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں (یعنی قبول کرتا ہوں)، لہٰذا یہ (انسان) ضرور میری پکار قبول کریں، اور ضرور مجھ پر اِیمان لائیں، تا کہ وہ ہدایت پائے ہوئے ہو سکیں﴾ سُورت البقرہ(2)/آیت 186،

اس آیت شریفہ میں کسی گناہ گار، غلط کار، خطاء کار، اور کوتاہ کار کی دُعاء نہ سننے اور نہ قُبول کرنے کا ذِکر تو نہیں ، بلکہ دُعاء کرنے والے ہر ایک کی دُعاء سُننے کا ذِکر ہے، اور کہیں بھی ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ کی دُعاء سنتا ہے اور کچھ کی نہیں، اِس آیت شریفہ کی تفسیر کے لیے ملاحظہ فرمایے : """ قران کریم میں بیان کردہ قواعد (اصول ، قوانین)،،،،، پانچواں قاعدہ رقم 5"""

::::::: عِبادات کا اصل بنیادی حکم ممانعت ہے :::::::

ہمارے دِین میں بہت کم کاموں، چیزوں اور عقائد کا نام لے لے کر اُن کے جائز یا ناجائز ہونے کے احکام ہیں، اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اُس کے بندوں پر شفقت ہے کہ اُس نے ایسا نہیں کیا،

بلکہ اللہ جلّ جلالہُ نے اپنے کلام میں اور پھر اپنے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قولی اور فعلی سُنّت میں قواعد و قانون نازل فرمائے ہیں، پس اُن کے مطابق ہی کاموں، چیزوں، عقائد اور معاملات میں سے جائز اور ناجائز کو جانا جاتا ہے، نہ کہ نام بنام، اگر شریعت میں ہر ایک کام، معاملے اور عقیدے کا نام لے کر حکم ہوتے تو اُس کو جاننا، پڑھنا اور سمجھنا کسی مخلوق کے بس میں نہ ہوتا،

لہٰذا دِین کے معاملات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اُن قواعد و قوانین کو جاننا اور سمجھنا پڑتا ہے، تب ہی ہم دُرست اور حق بات

تک پہنچ پاتے ہیں،

اِنہی قواعد و قوانین میں ایک قاعدہ ایک قانون یہ بھی ہے کہ """الاصل فی العِبادات الحضر والمنع ::: عِبادات کی اصل یعنی اُن کا بنیادی حکم ممانعت ہے"""

اللہ جلّ جلالہُ کا فرمان مُبارک ہے کہ ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ::: کیا اُن (لوگوں یعنی اللہ اور رسول محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی بجائے دوسروں کی بلا دلیل باتیں ماننے والوں) کے لیے (اللہ کے ساتھ) ایسے شریک ہیں جو دِین میں وہ حکم دیتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی﴾ سُورت الشُوریٰ(42)/آیت 21،

پس یہ قاعدہ یہ قانون عطاء ہوا کہ دِین میں کوئی بھی حکم اُس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ اُس کی اجازت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے میسر نہ ہو، خواہ قران کریم میں سے میسر ہو، یا اللہ کی وحی کے مُطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی صحیح ثابت شُدہ قولی، فعلی یا تقریری سُنّت مُبارکہ میں سے میسر ہو،

اللہ عزّ و جلّ کا حکم ہے کہ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ::: اور رسول جو کچھ (حکم بھی) تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آ جاؤ﴾ سورت الحشر(59)/آیت 7،

اِس مذکورہ بالا آیت شریفہ میں کیا یہ ہے بیان نہیں ہوا کہ ،،رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم جو کچھ بھی دیں، خواہ وہ کوئی چیز ہو، یا کوئی حکم، اُسے لینا ہی لینا ہے، اُسے ماننا ہی ماننا، اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ہر حکم پر عمل کرنے کا اللہ کی طرف سے حکم ہے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی طرف سے جس چیز، یا جس کام سے باز رہنے کا حکم ہے اُس سے باز رہنا ہی اللہ کا حکم ہے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی طرف سے کِسی بھی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے حکم پر عمل نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے،کِسی حیل و حجت یا تاویل کی گُنجائش نہیں،

[[[اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا بیان عقیدے کے سوال وجواب میں سے سوال رقم 7 میں بیان کیا جا چکا ہے، وللہ الحمد: http://bit.ly/1we1Opq]]]

پس یہ بات اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ ،عِبادات میں اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اجازت کے بغیر کچھ بھی اختیار کرنا قطعاً جائز نہیں حتیٰ کہ اِلفاظ کی تبدیلی تک کی بھی اجازت نہیں دی گئی، خواہ وہ الفاظ حقیقت پر ہی مبنی ہوں،

::::: ملاحظہ فرمایے :::::

براء بن عازب رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ﴿إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ ، ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِى إِلَيْكَ ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِى إِلَيْكَ ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِى إِلَيْكَ ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلاَّ إِلَيْكَ ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِى أَنْزَلْتَ ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِى أَرْسَلْتَ . فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ ،

وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ

:::جب تُم اپنے بستر پر جاؤ تو (جانے سے پہلے) نماز کے وضوء کی طرح وضوء کرو، پھر اپنی سیدھی کروٹ پر لیٹو، اور کہو، اے اللہ میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دِیا،اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دِیا،اور اپنی کمر تیری طرف پناہ میں دے دی، (تیری رحمت کی)اُمید کے ساتھ اور (تیرے عذاب کے)خوف کے ساتھ تیری طرف (آیا ہوں، یقیناً) تیرے (عذاب سے تیرے)عِلاوہ کوئی پناہ نہیں اور تُجھ سے نجات دِلوانے والا کوئی نہیں سوائے اِس کے کہ تیری ہی طرف آیا جائے، اے اللہ، میں تیری اُس کتاب پر إِیمان لایا جو تُو نے نازل فرمائی، اور اُس نبی پر إِیمان لایا جو تُو نے بھیجا، اگر تُم اِسی رات میں مر گئے تو تُمہاری موت فطرت پر ہو گی، لہٰذا تُم ان باتوں کو (رات کی) آخری بات بنایا کرو،

قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا بَلَغْتُ « اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِى أَنْزَلْتَ »قُلْتُ وَرَسُولِكَ::: البراء رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ، میں نے اِن باتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرایا(تا کہ یاد کر لوں) اور جب میں اے اللہ، میں تیری اُس کتاب پر إِیمان لایا جو تُو نے نازل فرمائی، والے مُقام پر پہنچا تو میں نے (اور اُس نبی پر إِیمان لایا جو تُو نے بھیجا کی بجائے) کہا کہ اُس رسول پر،

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا﴿قُلْ آمَنْتُ بِنَبِيِّكَ الَّذِى أَرْسَلْتَ::: کہو میں إِیمان لایا تیرے نبی پر جِسے تُو نے بھیجا﴾ صحیح بخاری/حدیث 247/کتاب الوضوء/باب 75، صحیح مُسلم /حدیث 7057/کتاب الذِکر و الدُعاء والتوبۃ/باب 17،

قارئین کرام ، غور فرمایے ، کہ صرف ایک لفظ کا فرق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا، جبکہ البراء رضی اللہ عنہُ نے جو نبی کی جگہ رسول کہا تو کچھ غلط نہ تھا، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم اللہ کے نبی بھی تھے اور رسول بھی

،

اِس حدیث شریف سے ہمیں یہ تعلیم ملی کہ کوئی بھی عِبادت صِرف اور صِرف اُسی طرح اللہ کے ہاں مقبول ہوتی ہے جس طرح کہ اللہ ،اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے وہ عِبادت کرنے کی اجازت دی ہو،

::::::: یہ بھی ملاحظہ فرمایے :::::::

ایک دفعہ، سُورج غُروب ہونے کے وقت رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے ابو ذر الغِفاری رضی اللہ عنہُ سے اِرشاد فرمایا﴿تَدْرِى أَيْنَ تَذْهَبُ؟::: جانتے ہو یہ سُورج کہاں جا رہا ہے ؟﴾،

ابو ذر الغِفاری رضی اللہ عنہُ نے عرض کیا """اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ::: اللہ اور اُس کا رسول ہی جانتے ہیں """،

تو رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا﴿فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا ، وَيُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلاَ يُقْبَلَ مِنْهَا ، وَتَسْتَأْذِنَ فَلاَ يُؤْذَنَ لَهَا ، يُقَالُ لَهَا ارْجِعِى مِنْ حَيْثُ جِئْتِ . فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا . فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾::: یہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے کے لیے جاتا ہے، اور (وہاں سجدہ کرنے کے لیے) اجازت طلب کرتا ہے، اور قریب ہے کہ (کسی دِن) وہ (بغیر اجازت) سجدے کرے گا، تو (بغیر اجازت کیا گیا) اُس کا سجدہ قبول نہیں ہو گا، اور (کسی دِن بغیر اجازت سجدے

کرنے کے بعد)اجازت طلب کرے گا،تو(پھر)اُسے اجازت نہیں دی جائے گی،اور اُس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ،تو پھر وہ مغرب سے نکلے گا،یہ اللہ کے فرمان ﴿اور سُورج اُس کے (لیے مقرر کردہ)آخری مُقام کے لیے چل رہا ہے ، یہ بہت زبردست اور مکمل ترین عِلم رکھنے والے (اللہ) کا مقرر کردہ فیصلہ ہے﴾ کا معنیٰ اور مفہوم ہے ﴾ صحیح بخاری/حدیث 3199/کتاب بدء الخلق/باب 4 صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ،

اِس حدیث شریف میں بڑی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی بھی عبادت اللہ تبارک و تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی،اور اگر کی جائے گی تو اللہ کے ہاں مَردُود ہو گی، یعنی اللہ اُسے قبول نہیں فرمائے گا،

[[[عربی میں سُورج مؤنث ہے ، لیکن میں نے اُردُو کے مُطابق اِس کو مذکر کے طور پر ذِکر کیا ہے،اور آیت شریفہ میں سے لفظ """تقدیر""" کا ترجمہ """فیصلہ"""اُس کے سیاق و سباق کے مُقتضیٰ کے مُطابق کیا گیا ہے، ورنہ تو"""تقدیر""" کا ترجمہ """اندازہ""" ہوتا ہے ، اور"""فیصلہ""" کو """قضاء""" کہا جاتا ہے ، قضاء اور تقدیر کے بارے میں معلومات کے لیے """قُران و سُنّت کے باغ میں سے ::::::: تقدیر اور قضاء کا فرق ، کیا نیک کام اور دُعاء تقدیر کو تبدیل کرنے کے اسباب ہیں؟ http://bit.ly/1eVVpuT """ کا مطالعہ فرمایے،اِن شاء اللہ فائدہ مند ہو گا]]]

پس یہ قاعدہ،یہ قانون کہ """الاصل فی العِبادات الحضر والمنع ::: عِبادات کی اصل یعنی اُن کا بنیادی حکم ممانعت ہے"""اللہ جلّ ثناؤہُ اور اُس کے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام اور اِرشادت پر مبنی ہے اور بالکل حق ہے ، اور یہ معاملے بالکل یقینی ہے کہ کوئی بھی عِبادت جو اللہ جلّ شانہُ اور اُس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اجازت کے بغیر کی گئی، کی جاتی ہے، کی جائے گی وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوئی، نہیں ہوتی اور نہیں ہو گی،

اور چونکہ دُعاء بھی ایک عِبادت ہے لہذا ہر وہ دُعاء جو کسی ایسے طریقے سے کی جائے جس طریقے کی اجازت اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے میسر نہیں، تو وہ دُعاء نہ صِرف اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو گی بلکہ اللہ کے غصے اور غضب کا سبب بھی ہو گی کہ وہ دُعاء اللہ کی اجازت کے بغیر خود ساختہ عقائد کی بنا پر ، اور خود ساختہ طریقے پر کی گئی تو گویا اللہ کے احکام کو چھوڑ کر جس کی بات مان کر وہ دُعاء کی گئی اُسے عملی طور پر اللہ کا شریک بنا دِیا گیا، جیسا کہ اوپر ذِکر کی گئی سُورت الشوریٰ کی آیت رقم 21 میں فرمایا گیا ہے،

اِسی قِسم کے خود ساختہ عقائد پر مبنی، خود ساختہ طریقوں میں سے ایک طریقہ ، مخلوق میں سے کسی کی بھی ذات،صِفات،جاہ،حق،رُتبے،مُقام، طفیل ، صدقے،واسطے،وغیرہ کو """وسیلہ""" بنا کر دُعاء کرنا بھی ہے ،

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو یہ ہمت عطاء فرمائے کہ ہم اپنے اپنے اختیار کردہ یا آباء و اجداد اور خاندانوں میں سے ملنے والے افکار ، خیالات،آراء ، فلسفوں ، منطقوں ، شخصیات ، مذہب، مسلک ، جماعت ، گروہ وغیرہ کے لیے تعصب اور ضِد سے آزاد ہو کر،اللہ کے دِین کو اُس طرح جانیں ، پہچانیں ، سمجھیں، مانیں اور اپنائیں جس طرح اللہ عزّ و جلّ اور اُس کے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے،اور اُسی دِین پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے رب اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور وہ ہم پر راضی ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تاریخ تکمیل : 22/10/1436 ہجری، بمُطابق،07/08/2015،عیسوئی۔